UNFPA

Government
of Canada

LAS
LEGAL AID SOCIETY

ریاست بحیثیتِ گمشدہ والدین:
سندھ، پاکستان میں کم عمری کی شادی

ریاست بحیثیتِ گمشدہ والدین :
سندھ ، پاکستان میں کم عمری کی شادی

پلوشہ شہاب[1]

[1] Legal Aid Society Consultant

ریاست بحیثیت گمشدہ والدین : سندھ پاکستان میں کم عمری کی شادی

اشاعت کا سال : 2020

یہ اشاعت شدہ مواد ، لیگل ایڈ سوسائٹی کی ایک تحقیق پر مبنی تخلیق ہے ۔

"اقوام متحدہ پاپولیشن فنڈ (UNFPA) اور حکومت کینیڈا (GAC) نے لیگل ایڈ سوسائٹی (LAS) کی اس تحقیق کو تسلیم کیا ہے اور عالمی سطح پر انسانی حقوق اور صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لئے وضع کردہ ان کی پالیسیوں، پروگراموں، اور قانون سازی کی حمایت کی ہے۔"

اس اشاعت میں شامل مواد ، لیگل ایڈ سوسائٹی کی خصوصی شعوری ملکیت ہے اور کسی بھی صورت میں یا کسی بھی ذریعے سے اس کی دہرائی، تقسیم، استعمال یا فوٹو کاپی اور دیگر الیکٹرونک اور مکینیکل ذرائع سے اسکا اظہار مکمل طور پر غیر قانونی ہے۔ ایسا کرنے سے اس طرح کے شعوری دستاویز کے حقوق کی خلاف ورزی تسلیم کی جائے گی۔ اس اشاعت میں فراہم کئے گئے مواد کے بارے میں کسی بھی حوالے کو لیگل ایڈ سوسائٹی کے حق میں ہونا لازمی ہے۔

لیگل ایڈ سوسائٹی کو ایک مجاز پیداوار، ری پروڈکشن، تقسیم، استعمال یا اس کی رسد پر حق اشاعت کے مالک کی حیثیت میں تسلیم کیا جانا چاہئے۔

مزید کاپیوں اور دیگر سوالات کے لئے لیگل ایڈ سوسائٹی سے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ کریں ۔

Legal Aid Society
Spanish Homes Apartment, Mezzanine Floor
Plot A-13, Phase - 1, D.H.A,
Karachi, Pakistan
Tel: (92) 021 - 35390132 - 33
Email: hr@lao.org.pk
Website: www.las.org.pk
Facebook: @LegalAidSocietyPakistan

لیگل ایڈ سوسائٹی، سوسائٹیز ایکٹ 1860 کے تحت 19 نومبر 1913 (رجسٹریشن نمبر کے اے آر 058 آف 2013-14) پر رجسٹرڈ ہے۔ پاکستان کی سپریم کورٹ کے سابقہ جج جسٹس ناصر اسلم زاہد اور سابقہ چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ کے چیئرمین شپ کے تحت کام کرتی ہے۔

اِظہارِ تشکّر

ہم لیگل ایڈ سوسائٹی کے زیرِ نگرانی، بچوں کی کم عمری کی شادی کے پراجیکٹ (سی ای ایف ایم) کے تحت ہونے والی تحقیق " ریاست بحیثیت گمشدہ والدین: سندھ، پاکستان میں کم عمری کی شادی " کو شروع کروانے کے لئے اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ (یو این ایف پی اے) کے تعاون کے شکر گذار ہیں۔

اس تحقیق کا خصوصی کریڈٹ محترمہ پلوشہ شہاب کو جاتا ہے جو کہ جینڈر چائلڈ رائٹس اور قانونی چارہ جوئی کی ماہر ہیں۔ اُن کی انتھک محنت نے آج اس کام کو پایہء تکمیل تک پہنچایا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم محترمہ بہرام گل سربراہ (یو این ایف پی اے پاکستان) کراچی آفس اور محترمہ رینو کا سوامی ،صوبائی تجزیہ کار (یو این ایف پی اے پاکستان) کی تکنیکی معاونت کے بھی مشکور ہیں۔

اس دستاویز پر نظرثانی کرنے کے لئے محترمہ حیا زاہد ، چیف ایگزیکیٹو آفیسر، اور محترمہ ملیحہ ضیاء ، ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم محترمہ طیبہ خالد، پروگرام کوآرڈینیٹر ،محترمہ سحر سطوت، اور محترمہ سدرہ حسیب گرافک ڈیزائنر ، کے اس مسودے کی ترتیب و تدوین کے لئے بھی شکر گزار ہیں۔

فہرستِ مضامین

	جامع خلاصہ	7
1	تعارف - بچوں کی شادی اور اس کے نتائج	8
1.1	ریاست کی جانب سے بچے اور بچپن کی شادی بابت رویہ	10
1.2	بچپن کی شادیوں کے حوالے سے پاکستان کا قانون اور پالیسی	14
1.3	طریقہ کار	20
2	بچوں کی کم عمری اور زبردستی کی شادی: بچپن، شادی اور اسکا ضابطہ، حکم سمجھنا	21
2.1	بچے کی تعریف	21
2.2	پاکستان کے تناظر میں شادی کو سمجھنا	25
2.3	مکمل، آزاد اور باخبر منظوری	28
3	محرکات: بچوں کی شادی کے اسباب	32
3.1	مذہب	32
3.2	معاشی اسباب	35
3.3	عورتوں اور بچوں کے استحصال کے اصل محرکات	37
3.4	قانون کی غیر موجودگی: پدر شاہی سماج اور ثقافتی رسم و رواج کی تبدیلی	38
3.5	بچپن کی شادی ایک تحفظ: جنسی تشدد، مذہبی پسماندگی یا / اور لاقانونیت	41
3.5.1	جنسی عمل کی قانونیت: جنسی تشدد خلاف تحفظ، ممنوع جنسی رویوں کی روک تھام اور صورتحال کے ربط کو برقرار رکھنا	42
3.5.2	جبری مذہب تبدیلی اور / یا مذہبی پسماندگی سے بچاؤ	45
3.5.3	عدم شہریت سے بچاؤ	46
4	تبدیلی کے محرکات: چائلڈ میرج کے نقصان دہ نتائج	48

فہرستِ مضامین

4.1	سائنس: صحت کی بابت خدشات	49
4.2	اقتصادی انحصاری	51
4.3	نقصانات کا تسلسل: شادی اور بچپن کے آگے	54
4.4	قانون کے اصول اور صنفی برابری	57
4.5	پاکستان میں قوانین کا دہرا معیار	59
5	قانونی طریقہ کار: سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ 2013	61
5.1	بچوں کی شادی کیا ہے؟	62
5.2	بچوں کی شادی کے لئے کون ذمے دار ہے؟	62
5.3	بچوں کی شادی کیسے رپورٹ کی جائے؟	63
5.4	کیا ایک بچے کو بچپن کی شادی یا اس کے بعد ہونے والے خطروں سے بچایا جا سکتا ہے؟	65
5.5	بچپن کی شادی کے کیس کیسے چلتے ہیں؟	66
5.6	کیا جبری مذہب تبدیلی کے کیسوں کے بارے میں کوئی خصوصی اقدامات کئے جاسکتے ہیں؟	67
5.7	اگر عدالت ان کے حق میں فیصلہ دے تو پھر اس کے بعد بچے کے ساتھ کیا ہوتاہے؟	68
5.8	کونسے بنیادی تحفظات بچے کی شادی کو روک سکتے ہیں ؟	60
6	بچوں کی شادی کے معاملات کمرہ عدالت میں کیسے سمجھے اور چلائے جاتے ہیں؟	69
7	معلومات اور اقدامات کے درمیان خلاء: نتائج اور گذارشات	79

جامع خلاصہ

بچپن کی شادی بنیادی طور پر ایک بہت الجھا ہوا مسئلہ ہے کیوں کے وہ کسی بھی جگہ ایک یکساں زمرہ اور صورت میں موجود نہیں ہے۔ اس کی کتنی ہی اشکال اور رنگ ہیں جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ شادیاں کسی عمل کے نتیجے میں رضاکارانہ طور پر، جبرن، کسی دھمکی کے نتیجے میں، دھوکے کے نتیجے میں یا عام طور پر بچاؤ کے لیئے کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں بھی بچوں کی شادیاں مختلف طریقوں سے ہوتی ہیں۔ اس میں کسی بچے کی شادی کا وعدہ اس کے جنم سے پہلے کر دینا (پیٹ لکھی)، کسی تکرار کے خاتمے کے لیئے بچی کو شادی میں دینا (بدل الصلح، سوارا، ونی، سنگ چٹی)، کسی بچی کو اس کی جائیداد کا حصّہ نہ دینے کے لیئے مذہبی طور پر شادی سے روکنا (حق بخشوانا)، بچی کی شادی اپنی بھائی کی بیوی کے بھائی سے کرنا (وٹّہ سٹّہ)۔ پاکستان میں بچپن کے شادیوں میں کسی بہت چھوٹی بچی کو ایک بالغ مرد سے بیاہنا یا دو بچوں کی آپس میں شادی، کسی بچی کو اغوا کرکے جبری مذہب کی تبدیلی کے بعد اس سے شادی کرنا، کسی بچی کی اس لئے شادی کرنا کے اس کو جنسی تشدد یا جبری مذہبی تبدیلی سے بچایا جاسکے۔ یا کسی گمنام بچی کی شادی اس لئے کروانا تاکہ اس کے شناختی دستاویز بن سکے۔ ٹین ایجرز اپنی آزادی اور پسند سے بھی شادی کرتے ہیں تاکہ سماج اور والدین کے جبر سے بچ سکیں۔ جو ان کو ممنوع جنسی روّیوں سے بچانا چاہتے ہیں یہ سب بھی پاکستان میں بچپن کی مروّجہ شادی کے اقسام ہیں۔

اس وقت بچّوں کی شادی کو روکنے اور اس کی قانونی درستگی کرنے والے قوانین موجود ہیں اور ان میں اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور مذہبی اقدار کے بیچ میں ایک تعلق سے کوئی بھی دوسرے پر حاوی نہیں سمجھا جاتا، مثال کے طور پر بچپن کی شادی والے قوانین اور پالیسیاں حتمی طور پر ان معاملات کو حل کرنے میں ناکام ہیں۔ جیسے (الف) بچّوں کی رضاکارانہ شادی جہاں پر دونوں شادی کرنے والے بلوغت کی عمر کے نزدیک ہوں۔ کیا بلوغت سے کم عمر کا فرد ایک بالغ فرد سے شادی کی رضامندی دے سکتا ہے؟ (ب) بچّوں کی شادی کے حوالے سے ہمارے سماجی روّیوں کی سماج میں بچوں کی شادی کو قانون نافذ کرنے والے اداروں اور انصاف کے اداروں پر رپورٹ کرنے کے حوالے سے عدم دلچسپی۔

(پ) بچپن کی شادی کو تحفظ دینے کے اقتصادی اسباب (ت) کیا شادی خود بہ خود ختم ہو جائے گی یا ختم ہو سکتی ہے اگر وہ کی شادی کے دائرے میں آجائے؟ (ٹ) بچوں کی وہ شادیاں جو اپنی شناخت اور شہریت کی دستاویز حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہیں یا جبری مذہبی تبدیلی سے بچنے کے خوف کی جاتی ہیں اور (ج) کیا شادی کرنے والا بالغ جنسی تشدد یا ریپ کے دائرے میں آئے گا؟

(ایس سی ایم آر اے) سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2013، اور (ایس سی ایم آر آر) سندھ چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ رولز 2016، کو ترتیب وار 7 سال اور 4 سال پہلے پاس کیا گیا تھا۔ یہ قانون پاکستان کا پہلا قانون ہے جس کے تحت بچّی کی شادی کی عمر 18 سال تک بڑھائی گئی ہے جو کہ پہلے 16 سال تک معیّن تھی۔ مگر سندھ میں بچوں کی شادیاں پاکستان کے دوسروں صوبے کے مقابلے میں زیادہ ہو رہی ہیں۔

ایسے کتنے ہی سماجی اور اقتصادی محرکات ہیں جو بچپن کی شادی کو روکنے یا کم کرنے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں جن میں شامل ہیں۔ مذہب، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے بچی کو جب پہلی مرتبہ ماہواری آئے تو وہ شادی کے لائق سمجھی جاتی ہے، اس کے بعد اس کی شادی ہو سکتی ہے اس سے پہلے نہیں)۔ اس کے علاوہ خاندانی وراثت کو برقرار رکھنے کے لیئے۔ اقتصادی طور پر کوئی اور متبادل نہ ہونے کی وجہ سے، سماجی اقدار، عورتوں کو جنسی طور پر قابو میں رکھنے کے لیئے، جنسی بے راہ روی سے بچانے کے لئے، جنسی تشدّد سے بچانے کے لیئے، گمنامی یا غیر یقینی شہری رتبہ، جبری مذہبی تبدیلی کے خطرات اور انصاف تک محدود رسائی اور اس جیسے کئی اور محرکات ہیں۔

دوسری طرف اس بچپن کی شادی والی روایت کے خلاف بھی کتنے ہی محرکات ہیں جن میں قانون بارے میں آگاہی، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے یہ سمجھنا کے بچپن کی شادی بچے کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، بچپن میں اور انکی رضامندی کے بغیر جنسی عمل ہونے سے بچے کو ہونے والے نفسیاتی اور صحت کے مسائل، 19 سال سے کم عمر کی عورت کو بچّہ ہونے سے، بچے اور ماں کی صحّت پر ہونے والے خطرناک اثرات، تبدیل ہونے والے سماجی اور اقتصادی محرکات اور یہ سمجھنا کہ بچے کم ہوں اور میاں بیوی دونوں کماتے ہوں، شادی متبادل بہتر اقتصادی مواقع، انصاف تک بہتر رسائی اور ریاست کو بچوں کی شادی روکنے کے لیئے بہتر اقتصادی اور سیاسی مواقع اور دیگر۔

1۔ تعارف: بچپن کی شادی اور اس کے نتائج

اس وقت بچپن کی شادی روکنے والے قانون اور بچپن کی شادی کے حوالے سے ہمارے سماجی اقتصادی، ثقافتی اور مذہبی رنگوں میں ایک تعلق بنا ہوا ہے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے پر مکمل طور پر حاوی نہیں ہے۔ ایک سوچ یہ بھی ہی کہ بچپن کی شادی بہت الجھا ہوا عمل ہے جس کو واضح نہیں کیا جا سکتا۔ بچپن کی شادی اندرونی طور پر یکساں نہیں ہوتی اس کے کتنے ہی طریقے، شکلیں اور رنگ ہیں جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ بچپن کی شادیاں رضاکارنہ طور پر، مرضی سے، کسی دھمکی کے ذریعے اور دیگر طریقوں سے ہو جاتی ہیں۔

زیرِ نظر تحقیق (ایس سی ایم آر اے) سندھ چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ ایکٹ 2013 اور (ایس سی ایم آر آر) سندھ چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ رولز 2016 کے تناظر میں اسکو لاگو کرنے میں حائل رکاوٹوں اور اس میں موجود خلا پر مرکوز کیا گیا ہے۔

اس تحقیق میں یہ بھی محسوس کیا گیا کہ بچپن کی شادی کو روکنے والے قانون عمومی طور پر صنف سے مبرّا ہیں۔ مگر اس کے نتائج میں زیادہ تر عورتیں اور بچیاں ہی پریشانی کا شکار ہوتی ہیں[2]۔ اس لئے اس تحقیق میں پاکستان میں بچپن کی شادیوں کے نتائج اور حقائق کو

[2] Carpenter, Belinda, Erin O'Brien, Sharon Hayes, and Jodi Death. "Harm, Responsibility, Age, and Consent." New Criminal Law Review: An International and Interdisciplinary Journal 17, no. 1 (2014): 23-54, 25. Accessed January 9, 2021. doi:10.1525/nclr.2014.17.1.23.

پرکھنے کے لئے صنفِ نازک کو نظر میں رکھا گیا ہے۔ سوائے وہاں پر جہاں ضروری ہے۔ صرف پاکستان میں بچپن کی شادی کا مطلب ابھی تک پیدا نہ ہوئے بچے کی شادی کا وعدہ (پیٹ لکھی)، کسی تنازعے کو حل کرنے کے لئے (بدل الصلح، سوارا، ونی، سنگ چٹی)، بچی کی شادی قرآن سے کرنا (حق بخشوانا) اس طرح ساری زندگی اس بچی کو کسی سے شادی کرنے سے روکنا۔ عام طور پر یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کو جائیداد میں حصہ نہ دیا جائے۔[3] بچی کی شادی اپنی بھائی کی بیوی کے بھائی سے کرنا (وٹہ سٹہ) یہ اس وقت بھی کیا جاتا ہے جب بچی بالغ نہیں ہوتی۔ بچپن کی شادی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ بہت چھوٹی بچی کی ایک بالغ مرد سے شادی کر دی جائے یا پھر دو بچّوں کی شادی کرادی جائے۔ یہ شادیاں زبردستی بھی ہوتی ہیں اور ایک بچی کو اغوا کر کے اس کے مذہب کی تبدیلی کے بعد یکدم اسکی نئے مذہب میں شادی کر دی جائے۔ یا ایک بچی کی شادی اس لئے کرادی جائے تاکہ اس کو جنسی تشدد اور / یا جبری مذہب تبدیلی سے بچایا جاسکے یا گم نام بچے کی شادی شناخت کے دستاویز یا / اور اقتصادی بہتری کے لیئے کرائی جائے۔ بچپن کی شادی تعریف کے حساب سے نابالغ، (جو ابھی تک بلوغت کی عمر تک نہ پہنچے ہوں) کی وہ شادی بھی ہوتی ہے جو وہ اپنی آزادی سے یا سماجی اور والدین کی جانب سے ممنوع جنسی رویّوں کی روک تھام سے بچنے کے لئے کرتے ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ زیادہ اشکال کی وجہ سے بچپن کی شادی کو اکیلی رسم کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا اس کے شادی کرنے والے بچے پر کتنے ہی اثرات ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ برادری پر اور سماج پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس رسم کے صحت، عورت کی بھلائی اور اس کے بچوں پر انتہائی بڑے اثرات ہوتے ہیں۔ جو عورتیں جلد شادی کرتی ہیں وہ ان عورتوں کی بانسبت، جو بعد میں شادی کرتی ہیں زیادہ بچے پیدا کرتی ہیں۔ (نصراللہ ای ٹی اے ایل 2014، راج ای ٹی اے ایل 2009) وہ اپنے پہلے بچے کی پیدائش کے وقت کم عمر ہوتی ہے اور کم وقفوں سے بچے پیدا کرتی ہیں (جینسن اور تھارنٹن 2003، کوسکی ای ٹی اے ایل 2017)[4]۔ ڈبلیو ایچ او کی تنظیم اور گرلز ناٹ برائڈ کے مطابق ساری دنیا میں 15 سے 19 سال کی لڑکیوں میں دوران حمل خرابیاں اور بچوں کی پیدائش ان کے موت کا سب سے بڑا سبب ہیں، ترقی پذیر ملکوں میں ان میں سے 90 فیصد حمل شادیوں کے بعد ہوتے ہیں، 19 سال سے کم عمر کی والدہ کو پیدا ہونے والے بچوں میں سے 50 فیصد مردہ پیدا ہوتے ہیں یا پہلے سال کے اندر مر جاتے ہیں [5]۔[6] مزید یہ کہ کم عمر کی

---

[3] Sarah Zama, “Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan” 3, Aurat Foundation, Policy and Data Monitoring of Violence against Women in Pakistan, October 2014, https://www.researchgate.net/publication/325011498_Forced_Marriages_and_Inheritance_Deprivation_in_Pakistan.

[4] Rashid Javed and Mazhar Mughal, “Girls Not Brides: Evolution of Child Marriage in Pakistan,” www.econstor.eu, 2020, https://www.econstor.eu/handle/10419/226830.

[5] According to the international Women’s Health Coalition, this risk is 60%. “International Women’s Health Coalition,” International Women’s Health Coalition, 2019, https://iwhc.org/resources/facts-child-marriage/.

[6] Girls Not Brides, “Health - Girls Not Brides,” Girls Not Brides, 2012, https://www.girlsnotbrides.org/themes/health/.; WHO, “WHO | Child Marriages: 39 000 Every Day,” Who.int, May 21, 2014, https://doi.org//entity/mediacentre/news/releases/2013/child_marriage_20130307/en/index.html.

ماؤں کو پیدا ہونے والے بچے عامطور پر کم وزن ہوتے ہیں اس لیئے غذائی قلّت اور خراب نشو ونما کا شکار ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے آنے والی نسل بھی غربت اور بچپن کی شادیوں کا شکار ہو جاتی ہیں[7]۔ بچپن کی شادیاں عورت کی اقتصادی ترقی کو روکنے اور ان کے بچوں کے تعلیمی نتائج کو بھی روکتے ہیں (سیکھری اور دیب ناتھ 2014، یونٹ ای ٹی اے ایل 2018)[8]۔ امریکا میں ہونے والے ایک تحقیق کہتی ہے کہ بچپن کی شادی کو 10 فیصد روکنے سے ملک میں حاملہ عورت کی موت کی شرح 70 فیصد کم کی جاسکتی ہے[9]۔

اس تحقیق میں سندھ کے قانون اور چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ رولز (ایس سی ایم آر آر) کو گہرائی سے پرکھا گیاہے۔ اور ان عوامل کا جائزہ لیا گیاہے جو سندھ پاکستان میں بچپن کی شادی کو روکتے یا بڑھاوا دیتے ہین۔ اس تحقیق کی ساخت جدولیاتی ہے۔ ابتداء میں ان عوامل اور دلائل کا معائنہ کیا گیاہے جو بچپن کی شادی کو بڑھاوا دیتے ہیں اور پھر ان دلائل اور عوامل کو جانچا گیاہے جو اس عمل کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ اس کے بعد سندھ سندھ چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ ایکٹ 2013 اور سندھ چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ رولز 2016 کی مطابقت کو جانچا گیاہے۔ تحقیق کے مطابق لاء جرنلز میں ابھی تک کوئی فیصلہ رپورٹ نہیں ہوا پر چائلد میرج ریسٹرنٹ ایکٹ 1929 والے پہلے قانون کے تحت کچھ فیصلے درج ہوئے ہیں۔ ان پر مختلف وقفوں سے موجودہ تحقیق میں انحصار کیا گیاہے اس کے بعد اس تحقیق میں بچپن کی شادی کے متاثرین کے حوالے سے جانچا گیاہے کہ اگر یہ قانون اور اصول لاگو ہو جاتے تو کیا ہوتا۔ آخر میں اس تحقیق کے نتائج اور گذارشات دی گئیں ہیں۔

1.1 ریاست کی جانب سے بچے اور بچپن کی شادی بابت روّیہ

وقت کہ ساتھ ساتھ یہ دیکھا گیاہے کہ دنیامیں بچپن کی شادی کی پسندیدگی میں کمی ہو رہی ہے۔ کیوں کہ سائنسی طور پر یاعام طور پر یہ سمجھ بڑھ رہی ہے کہ بچپن کی شادی غلط ہے یااس کے برے اثرات ہوتے ہیں جو ثقافت سماج اور اقتصادیات پر دیکھے جاسکتے ہیں[10]۔ بچپن کی شادیوں کو اعتدال میں لانے میں ریاست کی دلچسپی بھی بدلتی ہوئی اقتصادی اور سیاسی صورتحال سے متاثر ہے[11]۔ مزید یہ

[7] Freccero, J. & Whiting. A. June 2018. Toward an End to Child Marriage: Lessons from Research and Practice in Development and Humaniatrian Sectors. Berkeley, CA, United States, p.8. Human Rights Center, UC Berkeley School of Law & Save the Children. https://www.law.berkeley.edu/wp-content/uploads/2018/08/Toward-an-End-to-Child_Marriage_Report_FINAL.pdf

[8] Rashid Javed and Mazhar Mughal, "Girls Not Brides: Evolution of Child Marriage in Pakistan," www.econstor.eu, 2020, https://www.econstor.eu/handle/10419/226830.

[9] Chakrabporty, Roshni. "Child, Not Bride: Child Marriage Among Syrian Refugees." Harvard International Review 40, no. 1 (2019): 20-21. Accessed January 9, 2021. doi:10.2307/26617388.

[10] Lindberg, Anna. "Child Marriage in Late Travancore: Religion, Modernity and Change." Economic and Political Weekly 49, no. 17 (2014): 79-87. Accessed January 9, 2021. http://www.jstor.org/stable/24480123

[11] Foucault, Michel, the History of Sexuality (New York: Pantheon Books, 1978).

کہ یہ ریاست اور معاشرے کی بچپن کے حوالے سے بدلتی سوچ پہ بنیاد رکھتی ہے۔ جو تاریخ دان سمجھتے ہیں کہ موجودہ سماجی تبدیلی کا حصہ ہیں[12]۔

صنعتی انقلاب سے پہلے والے وقتوں میں بچوں کو چھوٹے جوانوں کے طور پر سمجھا جاتا تھا اور وہ بڑوں کے ساتھ اسی کام یا کھیلوں میں وہی حصہ لیتے تھے[13]۔ اور یہ بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ جنسی بے راہ روی کا شکار ہیں (اور ان کو تحفظ کی ضرورت ہے)۔ اسی طرح جیسے آج سمجھا جاتا ہے[14]۔ یہ 1870 اور 1890 کے بیچ میں جب آزاد خیال جمہوریتیں اس خیال کے ساتھ کہ "بچے معصوم ہیں اور انہیں بالغ دنیا کی وحشتوں سے بچانا چاہیئے"۔ آنے لگیں[15]۔ اس خیال کو بڑھتے ہوئے طاقتور مڈل کلاس اور اس کی بچے میں جذباتی سرمایہ کاری اور جنسی بے راہ روی کے خوف نے تقویت بخشی[16]۔[17]

"19 ویں صدی کے شروع سے بچپن کو الگ کرنے اور محفوظ کرنے کے خیال نے تقویت پائی اور پدری بااختیاری کے بڑھنے سے اس کو خاندان کے اندر بھی تقویت ملی۔ اس نئے رشتے کا مرکز بالغ اور بچے کے بیچ میں کچھ مخصوص رویوں کو روکنا تھا جس میں جنسی عمل کو خصوصی طور پر ناپسند کیا گیا تھا۔ یہ بچے کو معصوم سمجھتا ہے اور اس کے لیئے مغربی دنیا کے اکثر پارلیمان یں اپنی مرضی دینے کی عمر والے قانون پاس ہوئے۔ جیسے کہ فنچ بتاتے ہیں یہ قانون اس فرد جس کو بچہ سمجھا جاتا ہے کے حوالے سے جمہوری اور سماجی عمر کی حدیں مقرر کرنے کی سوچ کا نتیجہ ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ جنسی اور غیر جنسی فرد کی بیچ میں ایک لکیر کھینچنے اور ایک غیر جنسی بچے کو جنسی پارٹنر کی حدوں سے باہر رکھنے والی سوچ تھی[18]۔"

جنسیات کی تاریخ میں فوکالٹ کے مطابق جہاں اقتصادی پس منظر میں صحت مند اور لائق کام کرنے والے ملک کی ترقی کے لیئے ضروری سمجھے جاتے ہیں اور جہاں کام کرنے والے فردوں کی قوّت کو فائدے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے لطف کے لیئے نہیں۔ وہاں جنسیات کو محدود کرنے اور کچھ مخصوص جنسی رویوں کو روکنا ریاست کا ایک اہم اوزار بن گیا ہے[19]۔ مغربی سیاسی تناظر میں کم سے کم

---

[12] Philippe Ariès, Centuries of Childhood : A Social History of Family Life (New York: Vintage Books, 1962).
[13] Ibid
[14] Carpenter, Belinda, Erin O'Brien, Sharon Hayes, and Jodi Death. "Harm, Responsibility, Age, and Consent." New Criminal Law Review: An International and Interdisciplinary Journal 17, no. 1 (2014): 23-54, 28. Accessed January 9, 2021. doi:10.1525/nclr.2014.17.1.23.
[15] Dorothy Scott and Shurlee Swain, Confronting Cruelty : Historical Perspectives on Child Abuse, p.71 (Carlton South, Victoria: Melbourne University Press, 2002).
[16] Weeks, J. 1989. Sex, Politics and Society: The Regulation of Sexuality since 1800. 2nd Edition, P.48, Routeledge
[17] Carpenter, Belinda, Erin O'Brien, Sharon Hayes, and Jodi Death. "Harm, Responsibility, Age, and Consent." New Criminal Law Review: An International and Interdisciplinary Journal 17, no. 1 (2014): 23-54, 28. Accessed December 9, 2021. doi:10.1525/nclr.2014.17.1.23.
[18] Ibid
[19] Foucault, Michel, The History of Sexuality, p. 4 & 5. (New York :Pantheon Books, 1978).

مداخلت اور کم سے کم قانون سازی والے لبرل خیالات ریاست کی صحتمند لائق اور پیداواری شہریوں کی ضرورت کی وجہ سے متاثر ہوئے اور یوں بچوں کے تحفظ کے پروگرام اور سماجی بہتری کے ادارے بننے لگے۔ بچپن کی شادی یا خطرناک مزدوری کی طریقہ ء کار[20] جو ایک صحتمند اور بہتر آبادی کی پیداوار میں رکاوٹ بنتے تھے قانونی طور پر روکا گیا[21]۔

اسی طرح پاکستان میں آزادی سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہم شہریوں کی زندگیوں کو قانونی طور پر بہتر بنانا اور بچوں کی شادی اور کسی صنعت یا کاروبار میں بچوں کی ملازمت کو روکنے کیلیئے قانون سازی ہوتی رہی۔ صاف صاف تعلیم کو لازمی بنانے والے قانون بھی بنے۔ پاکستان کی ریاست جو پہلے تشدد روکنے اور قانونسازی پر اپنی اجاراداری میں مداخلت برداشت کرلیتی تھی (روایتی قانون اور ان پر عمل کی اجازت سے) وہ اب اپنے اختیارات پر زیادہ دھیان دے رہی ہے اور تشدد کو روکنے کے لیئے زیادہ سخت قانون نافذ کر رہی ہے[22]۔ اس کے نتیجے میں ریاست جس میں پہلے عورتوں، بچوں اور اقلیتوں پر تشدد کو یا نظرانداز کیا تھا یا کسی طرح اس کی حمایت کی تھی اب اپنے اختیاروں کو نافذ کرنے کے لئے سخت عمل کرنے پر مجبور کی گئی ہے[22]۔ بچپن کی شادی روکنے کے اسباب کوئی بھی ہوں پر یہ عالمی طور پر اور مقامی طور محسوس کیا گیا ہے کہ اس حوالے سے سخت قانون سازی ہو اور سماجی طور پر بچپن کی شادی کو خراب سمجھا جانے لگا ہے[23]۔

---

[20] Victoria Bates, "The Legacy of 1885: Girls and the Age of Sexual Consent," History & Policy, September 8, 2015, http://www.historyandpolicy.org/policy-papers/papers/the-legacy-of-1885-girls-and-the-age-of-sexual-consent.; The National Archives, "The National Archives - Homepage," The National Archives (www.nationalarchives.gov.uk/), accessed November 22, 2020, https://www.nationalarchives.gov.uk/education/resources/1834-poor-law/#:~:text=The%20new%20Poor%20Law%20ensured. ; "Coal Mines," UK Parliament, 2019, https://www.parliament.uk/about/living-heritage/transformingsociety/livinglearning/19thcentury/overview/coalmines/.

[21] Michael Wyness, "The Responsible Parent and Networks of Support: A Case Study of School Engagement in a Challenging Environment," British Educational Research Journal 46, no. 1 (September 3, 2019): 161–76, https://doi.org/10.1002/berj.3573.

[22] Farah Zia and Nazish Brohi, "'Laws Are a Critical Starting Point' | Special Report | Thenews.Com.Pk," www.thenews.com.pk, November 27, 2016. Accessed November 10, 2020. https://www.thenews.com.pk/tns/detail/562198-laws-critical-starting-point.

[23] Nazish Brohi, "Women, Violence and Jirgas: Consensus and Impunity in Pakistan," National Commission on the Status of Women, June 2017. Accessed November 10, 2020. http://www.ncsw.gov.pk/previewpublication/63.

یہ واضح ہے کہ بچپن کی شادی کے صحت ، نفسیات ، سماجی ترقی ، اقتصادی، ثقافتی، سیاسی اور شہری حقوق کے حوالے سے بہت بڑے اثرات انچوں پر پڑتے ہیں جن کو بچپن کی شادیوں میں جھونکا گیا یا وہ بچے ایسے شادیوں کے نتیجے میں پیدا ہوئے۔ اس حوالے سے برسوں سے پالیسی اور قانون سازی کے ذریعے اس عمل کو روکنے یا ختم کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک میں بچپن کی شادی کے خلاف قانون سازی ہو چکی ہے اور شادی کی کم سے کم عمر کا تعین بھی کیا گیا ہے[24]۔ تاہم، عالمی طور پر سماجی، قانونی اور سیاسی سوچ جس نے ایسی قانون سازی اور رولز کو پاس کرنے میں مدد دی ہونے کے باوجود ساری دنیا میں بچوں کی شادیاں ہو رہی ہیں ۔ عالمی ادارہء صحت اور اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ (یو این ایف پی اے) کے اندازے کے مطابق عالمی سطح پر روزانہ 39،000 بچوں کی شادیوں کے ہوتے ہیں[25]۔(1.9 ملین) میں پاکستان چھٹے نمبر پر ہے[26]، اور 18 فیصد لڑکیوں کی شادی 18 سال کی عمر سے پہلے ہو چکی ہے۔ اور کم از کم 4 فیصد لڑکیوں کی شادی 15 سال سے پہلے ہی ہوئی ہیں[27]۔

بین الاقوامی سطح پر، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کی آفیس کی طرف سے بچپن کی شادی کی وصف کو بچے کی جلدی اور زبردستی شادی (سی ای ایف ایم) [28] کے طور پر لیا جاتا ہے جو کہتی ہے کہ:

[24] Girls Not Brides, "CHILD MARRIAGE AND THE LAW - Girls Not Brides," Girls Not Brides, 2017, https://www.girlsnotbrides.org/child-marriage-law/#do-all-countries-have-a-minimum-age-of-marriage.

[25] WHO, "WHO | Child Marriages: 39 000 Every Day," Who.int, May 21, 2014. Accessed November 10, 2020. https://doi.org//entity/mediacentre/news/releases/2013/child_marriage_20130307/en/index.html. [26] (DHS 2017)

[27] (UNICEF)

[26] (DHS 2017)

[27] (UNICEF)

[28] United Nations General Assembly Resolution A/RES/68/148 Child, early and forced marriage, 30 January 2014. Accessed November 10, 2020. https://undocs.org/en/A/RES/68/148; "OHCHR | Child, Early and Forced Marriage, Including in Humanitarian Settings" Accessed November 10, 2020. www.ohchr.org, accessed November 9, 2020,https://www.ohchr.org/en/issues/women/wrgs/pages/childmarriage.aspx#:~:text=Child%2C%20early%20and%20forced%20marriage%20(CEFM)%20is%20a%20human.

"بچپن کی شادی یا جلدی شادی وہ شادی ہے جہاں شادی کرنے والا کوئی ایک فرد 18 سال سے کم عمر کا ہے۔ جبری شادیاں وہ شادیاں ہیں جن میں ایک اور / یا دونوں افراد اس شادی کے لئے اپنی مکمل اور آزاد منظوری نہیں دیتے۔ بچپن کی شادی کو جبری شادی کا ایک طریقہ سمجھا جائے کیوں کہ ایک اور یا دونوں افراد نے اپنی مکمل سوچی سمجھی اور آزاد منظوری نہیں دی[29]۔

اقوام متحدہ کی کنوینشن [30] اور دوسری قراردادیں اور عالمی قانون [31] بچپن کی، کم عمری کی اور جبری شادیوں کے خاتمے کا مطالبہ انسانی حقوق کی عالمی قرارداد (یو ڈی ایچ آر) کے تحت کرتے ہیں جو اقوام متحدہ میں 1948 میں منظور کیا تھا۔ پاکستان نے (یو این) جنرل اسمبلی میں اس کے حق میں ووٹ دیا تھا اور اس فیصلے میں ایک فریق تھا [32]۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور کے اردو ترجمے پر مشتمل یو ڈی ایچ آر کا مضمون 16 کہتا ہے کہ:

"1. بالغ عمر کے مرد اور عورت کو کسی بھی نسل، قومیت یا مذہب کی پابندی کے سوائے شادی کرنے اور ایک خاندان بنانے کا حق ہے۔ ان کو شادی کرنے، شادی میں رہنے اور اسکو ختم کرنے کا برابر کا حق ہے۔ 2. شادیاں صرف فریقین کے آزاد اور مکمل منظوری سے کی جائیں گی۔ 3. ایک خاندان ایک معاشرے اور بنیادی گروہ کا قدرتی وحدت ہے۔ جس کو معاشرے اور ریاست کیطرف سے تحفظ حاصل ہونا چاہیئے۔"

1.2 بچپن کی شادیوں کے حوالے سے پاکستان کا قانون اور پالیسی

1890 سے برصغیر میں بچپن کی شادی کو روکنے اور درستگی کے عمل کے حوالے سے قوانین سے موجود ہیں۔ ایسا پہلا قانون ٹراونکور کی راجائی ریاست میں (موجودہ کیرالا) [33] میں پاس ہوا۔ برطانوی راج کا 1927 میں پاس کیا گیا۔ بچوں کی شادیوں کی خلاف پہلا

[29] "OHCHR | Child, Early and Forced Marriage, Including in Humanitarian Settings," www.ohchr.org, accessed November 9, 2020,https://www.ohchr.org/en/issues/women/wrgs/pages/childmarriage.aspx#:~:text=Child%2C%20early%20and%20forced%20marriage%20(CEFM)%20is%20a%20human.

[30] United Nations Convention on Consent to Marriage, Minimum Age for Marriage and Registration of Marriages,1962. Accessed November 10, 2020. https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/minimumageformarriage.aspx; United Nations Convention on the Rights of the Child, 1989. Accessed November 10, 2020. https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/crc.aspx

[31] United Nations Resolutions 69/156 of 18 December 2014, 71/175 , 68/148 of 30 January 2014, (and 68/146 of 4 February 2014). https://www.un.org/en/ga/68/resolutions.shtml

[32] "International Bill of Human Rights: Universal declaration of Human Rights" United Nation Digital LibrarySystem
, 1948, Accessed November 10, 2020 ; http://digitallibrary.un.org/record/670964

[33] LINDBERG, ANNA. "Child Marriage in Late Travancore: Religion, Modernity and Change." Economic and Political Weekly 49, no. 17 (2014): 79-87. Accessed January 9, 2021. http://www.jstor.org/stable/24480123.

قانون تھا جسے 1929 میں سدھارا گیا اور چائلڈ میرج ری اسٹرنٹ ایکٹ 1929 اس کو (سی ایم آر اے) پاکستان بننے کے بعد اس قانون کو اپنایا گیا اور وہ پاکستان میں کچھ تبدیلیوں کے ساتھ عمل میں لایا گیا، یہ قانون جو پنجاب، بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور دارالخلافہ سال 16 اسلام آباد میں لاگو ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک بچی کے لیئے شادی کی کم سے کم عمر) 2013 سال ہے۔ سندھ صوبے میں سندھ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ ایکٹ 18 اور لڑکے کے لیئے ایس سی ایم آر اے (کو پاس کیا گیا ہے۔ اس قانون میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیئے) 2016 سال رکھی گئے ہے۔ سندھ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ رولز 18 شادی کی کم سے کم عمر میں بنائے گئے جو ایس سی ایم آر اے کو لاگو کرنے 2016 (ایس سی ایم آر آر) کے تحت کے طریقہء کار کو واضح کرتے ہیں۔

سارہ زماں کے مطابق پاکستان میں 50 فیصد سے زیادہ شادیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں شادی کرنے والوں میں سے ایک 18 سال سے کم عمر کا ہوتا ہے[34]۔ کم عمری کی شادیوں کا ایک خطرناک نتیجہ جلدی حمل ہونا ہے۔ پاکستان میں ہونے والے حمل میں سے 7 فیصد 18 سال سے کم عمر میں ہوتے ہیں۔ اس میں یہ بھی سوچا جانا چاہیے کہ پاکستان میں صرف 42 فیصد بچوں کی پیدائش رجسٹر کی جاتی ہے اور صرف 36 فیصد بچوں کے پاس پیدائش کے سرٹیفکیٹ ہوتے ہیں[35]۔ اعداد و شمار یہ بھی بتاتے ہیں کہ کم عمری کی شادیوں کا ایک خطرناک نتیجہ 2019 میں [36] پاکستان میں دورانِ حمل ماں کے فوت ہونے کی شرح 10000 پر 178 رہی۔ سندھ میں دیہاتوں میں رہنے والی لڑکیاں شہروں میں رہنے والی لڑکیوں مقابلے میں دگنے تعداد میں 16 سال سے کم عمر میں بیاہی جاتی ہیں[37]۔

بچپن کی شادیوں کے حوالے سے پالیسی اور قانون پاکستان میں بچپن کی شادی کے مختلف طریقوں کو مکمل طور پر روکنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کرنے میں مشکلات ہیں کہ در حقیقت بچپن کے شادی کیا ہے۔

---

[34] Sarah Zaman, "Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan" 11, Aurat Foundation, Policy and Data Monitoring of Violence against Women in Pakistan, October 2014. Accessed November 10, 2020. https://www.researchgate.net/publication/325011498_Forced_Marriages_and_Inheritance_Deprivation_in_Pakistan.

[35] (DHS 2017)

[36] Stan Bernstein et al., "State of World Population 2019: UNFINISHED BUSINESS: The Pursuit of Rights and Choices for All," UNFPA (New York, USA: UNFPA, 2019). Accessed November 10, 2020. www.unfpa.org/sites/default/files/pub-pdf/UNFPA_PUB_2019_EN_State_of_World_Population.pdf.

[37] Ayesha Khan, "Child Protection System Mapping and Assessment Sindh" (Karachi: Collective for Social Science Research, 2013) Accessed November 2020. http://www.researchgate.net/publication/325950714.

پاکستان میں اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے میثاق (سی آر سی) کو 1990 میں قبول کیا ہے[37]۔ جسکا مضمون نمبر 1 یہ کہتا ہے کہ 18 سال سے کم عمر کا فرد بچہ ہے۔ اور اقوام متحدہ کے عورتوں کے خلاف ہونے والے ہر قسم کے امتیاز کو روکنے والے میثاق (سی ای ڈی اے ڈبلیو)1979 کو بھی [38]1996 میں منظوری دی جس کے مضمون نمبر 16 میں کہا گیا ہے کہ:

"کسی بچے کی شادی کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور شادی کے لئے کم سے کم عمر کا تعین کرنے اور سرکار رجسٹری میں شادی کی رجسٹریشن کرنے کے لیئے ہر ممکن قانون سازی کی جائے گی[39]۔"

مگر عالمی قوانین کو منظور کرنے اور ان کی حمایت کرنے کے باوجود پاکستانی قانون میں ان وعدوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا گیا۔ سندھ کے سوائے پورے ملک میں لاگو سی ایم آر اے 1929 کا مضمون (2 -بی) کہتا ہے کہ بچپن کی شادی کا مطلب وہ شادی ہے جس میں شادی کرنے والے بچے ہیں[40] اور سیکشن 2 –اے کہتا ہے کہ بچہّ، مطلب اگر وہ لڑکا ہے تو 18 سال سے کم عمر کا اور اگر لڑکی ہے تو 16 سال سے کم عمر کی ہے۔ جب کے سیکشن 2-ڈی کہتا ہے کہ مائنر وہ فرد ہے جو کسی بھی صنف کا ہو اور 18 سال سے کم عمر کا ہو[41]۔ دوسری طرف ایس سی این آر اے میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ شادی جو اس وقت ہوئی ہو جب شادی کرنے والے فریقین میں سے کوئی ایک بالغ نہ ہو مطلب 18 سال سے کم عمر کا ہو [42]۔ لیکن عدالتوں میں شادی کے لیے بلوغت کی نشانیاں بالغ ہونے کے حوالے سے استعمال ہو رہی ہیں جیسے نیچے بتایا گیا ہے[43]۔

---

[38] "UNTC," Un.org (UN, 2019), https://treaties.un.org/Pages/ViewDetails.aspx?src=TREATY&mtdsg_no=IV-8&chapter=4&lang=en.; Pakistan has also ratified the Convention of the International Labour Organization (ILO), C138, the Minimum Age Convention of 1973, which was adopted in furtherance of the terms set forth in this Article, the Minimum Age (Industry) Convention, 1919, the Minimum Age (Sea) Convention, 1920, the Minimum Age (Agriculture) Convention, 1921, the Minimum Age (Trimmers and Stokers) Convention, 1921, the Minimum Age (Non-Industrial Employment) Convention, 1932, the Minimum Age (Sea) Convention (Revised), 1936, the Minimum Age (Industry) Convention (Revised), 1937, the Minimum Age (Non-Industrial Employment) Convention (Revised), 1937, the Minimum Age (Fishermen) Convention, 1959, and the Minimum Age (Underground Work) Convention, 1965, to reiterate the need for a minimum age of employment. It has also ratified the (anti) Slavery Convention of 1926.

[39] "UNTC," Un.org (UN, 2019), Accessed November 10, 2020. https://treaties.un.org/Pages/ViewDetails.aspx?src=TREATY&mtdsg_no=IV-8&chapter=4&lang=en.

[40] CMRA, 1929

[41] SCMRA, 2013

[42] CMRA, 1929

[43] SCMRA, 2013 Section 2 a & b

مختلف عقائد کے حساب سے شادیوں کے حوالے سے عمل میں آنے والے مختلف قوانین بھی شادی کی کم سے کم عمر کے حوالے سے متضاد ہیں[44]۔ سندھ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ ایکٹ میں کوئی ایسی واضح شق نہیں ہے جس سے مختلف عمروں کو ایک جگہ لایا جائے 2013 اس وجہ سے مختلف عقیدوں میں بچپن کی شادی کی مختلف تعریفیں ہیں[45]۔

بچپن کی شادی کی مختلف وصفوں کے علاوہ پاکستان میں قوانین ان موضاعات پر اثر انداز نہیں ہوتے (الف) ممکنہ مرضی سے بچپن کی شادی جس میں شادی کرنے والے فریقین بلوغت کی عمر کے نزدیک ہوں۔ کیا بلوغت کی عمر سے کم عمر کا فرد کسی بالغ سے شادی کی اجازت دے سکتا ہے؟ (ب) بچپن کی شادیوں کے حوالے سے سماجی روایتوں کا طاقتور ہونا اور بچپن کی شادی کو قانون نافذ کرنے والے اداروں اور انصاف کے اداروں اور رپورٹ کرنے میں سماج کی عدم دلچسپی (پ) بچپن کی شادیوں کو بڑھاوا دینے (یا ان کی حوصلا شکنی کرنے والے) اقتصادی قوانین (ت) کیا اگر بچپن کی شادی ثابت ہو جائے تو وہ خود بخود ختم ہو جائے گی یا کی جاسکتی ہے (ٹ) بچپن کی شادیاں اپنی شناخت کے تحفظ یا شہریت کے دستاویز حاصل کرنے یا جبری مذہبی تبدیلی سے بچنے کے لئے کی جاتی ہیں اور (ث) ایسی شادی کرنے والے بالغ کو جنسی تشدد یا ریپ کے الزام میں قابو کیا جاسکتا ہے۔

مزید یہ کہ قانونی ڈھانچہ منقطع ہے اور سماجی رویوں یا برادریوں کے معاملات پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اب جبکہ قومی اور صوبائی حکومتیں بچپن کی شادیوں کے حوالے سے قانونی اور پالیسی سازی کرنے کی جانب گامزن ہیں تو انہوں نے ریاست کے علاوہ اثر انداز ہونے والی دوسری قوتوں کو اعتماد میں نہیں لیا (جیسے گھر کے بڑے اور گاؤں کے بڑے وغیرہ) جو کہ بچپن کی شادی کی حمایت کرتے ہیں اور وہ برادریوں اور معاشرے کو کنٹرول کرتے ہیں۔ وہ قوتیں جو عمومی طور پر ممنوع قرار دیئے گئے یا برداشت نہ کئے جانے والے جنسی روّیوں کو روکتی ہیں اور جسم پر فرد کی مرضی اور کبھی ہی کبھی ہی ریاست کی مرضی کو روکتی ہیں اور ریاست کے ساتھ ٹکراؤ میں آتی ہیں۔ ان قوتوں کا اپنے بچاؤ اور اپنے اقتدار کو یقینی بنانے کے لیئے بچپن کی شادی میں واضح حصہ ہے۔ بچپن کی شادیوں کو روکنے یا ان کو رواں رکھنے میں ایسی قوتوں اور ریاست کے بیچ میں جو تنازعے والی صورتحال ہوتی ہے وہ بچپن کی شادیوں کو روکنے والے قانون کے عمل میں رکاوٹ بنتی ہے۔

جبری مذہب تبدیلی اور بچپن کی شادی کی بیچ میں جو تعلق ہے وہ بھی مزید تنازعات اور للکار کو جنم دے رہا ہے۔ سندھ میں جبری مذہب تبدیلی کے ذریعے بچپن کی شادیوں کے واقعات عام طور پر رپورٹ ہوتے ہیں[46]۔ جبکہ دوسرے مذہبوں سے تعلق رکھنے

---

[44] Sarah Malkani, "Ending Impunity for Child Marriage in Pakistan: NORMATIVE AND IMPLEMENTATION GAPS," Reproductiverights.Org (New York, NY, USA: Center for Reproductive Rights, 2018), Accessed November 10, 2020.

[45] Ibid

[46] Reuben Ackerman, "Forced Conversions & Forced Marriages In Sindh, Pakistan," Www.Birmingham.Ac.Uk (Birmingham, UK: CIFoRB, TheUniversity of Birmingham, 2018), Accessed January 10, 2021. www.birmingham.ac.uk/Documents/college-artslaw/ptr/ciforb/Forced-Conversions-and-Forced-Marriages-in-Sindh.pdf.; Sulema Jahangir, "Forced Conversions,"

والے جبری مذہب تبدیلی سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پر سندھ کے ہندو اس حوالے سے خاص نشانے پر ہیں[47]۔ جبری مذہب تبدیلی کے طریقہ ء کار میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کم عمر کی لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔ ان سے اسلام قبول کروایا جاتا ہے اور پھر کسی مسلم مرد کے ساتھ اس کی شادی کی جاتی ہے۔ اس طریقہ ء کار سے دو مقاصد حاصل ہوتے ہیں ایک اقلیتی مذہب کے لوگوں کو دہشت زدہ کرنا اور کمزور کرنا اور دوسرا اقلیتی گروہ کی آبادی کو بڑھنے سے روکنا کیوں کے ایسی بچیوں سے پیدا ہونے والی اولاد مسلم ہوتی ہے۔

کئی کیسوں میں چھوٹی بچیاں جو بہت نازک عمر میں ہوتی ہیں وہ بھی پیار کے جال میں پھنس جاتی ہیں اور ان کو معاشی طور پر مضبوط ہونے کا جھانسا دیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنی باقی زندگی دوسرے درجے کے شہری ہونے جیسے عمومی طور پر اقلیتی برادریاں رہ رہی ہوتی ہیں، کے بجائے اوّل درجے کے شہری کے طور پر گذاریں گی[48]۔ لیکن یہ اہم ہے کہ اگر ایک نابالغ لڑکی زبردستی اغوا کی جاتی ہو یا کسی بڑے مرد کے بہلانے میں آجائے تو وہ ا غواہی سمجھا جائے گا[49]۔

ایسی صورتحال جہاں ایک بچی جو کہ مذہبی اقلیتی برادری سے تعلق رکھتی ہے اپنا گھر ایک مسلم مرد سے شادی کرنے کے لئے چھوڑتی ہے جبری مذہب تبدیلی سے مختلف ہے۔ یہ ایسی ہی ہے جیسی عام طور پر پیار میں بچپن کی شادی ہوتی ہے پر وہاں فریقین میں سے ایک 18 سال سے کم عمر کا ہوتا ہے۔ یہ تحقیق قوت کے ڈھانچے کو گہرائی سے سمجھنے کی ضرورت پر زور دیتی ہے جو مذہب، معاشیات، عمر اور امتیازی سلوک کے روّیوں کے ساتھ ساتھ آزادانہ اور سچی رائے دینے کے روّیوں کو بڑھاتی ہے۔

اپنی مرضی سے بین المذاہب شادیوں، پیار کے لیئے مذہب تبدیل کرنا، یا کسی کے دھمکی میں آکر ایسا کرنا ان عوامل کے بیچ میں فرق کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دونوں فریقوں کے بیچ میں عمر کا فرق دیکھا جائے اور جب وہ شادی کر رہے ہوں تو بلوغت کی عمر (18 سال) ضرور ہونی چاہیئے۔ مثال کے طور پر اگر دونوں فریقین کی عمر میں فرق نہیں ہے۔ یا دونوں فریقین جنسی عمل کی منظوری دینے والی عمر(16 سال) [50] کے ہیں تو شادی کسی گناہ نما سبب کے بغیر ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی شادی کرنے والے دونوں فریقین

DAWN.COM, April 12, 2020, https://www.dawn.com/news/1548550.; Shaikh Abdul Rasheed, “Sindh: A Hub of Forced Conversions,” Daily Times, April 1, 2020, Accessed January 10, 2021. https://dailytimes.com.pk/587095/sindh-a-hub-of-forced-conversions

[47] Reuben Ackerman, “Forced Conversions & Forced Marriages In Sindh, Pakistan,” Www.Birmingham.Ac.Uk (Birmingham, UK: CIFoRB, TheUniversity of Birmingham, 2018), Accessed January 10, 2021. www.birmingham.ac.uk/Documents/college-artslaw/ptr/ciforb/Forced-Conversions-and-Forced-Marriages-in-Sindh.pdf.

[48] Iftikhar H. Malik, “Report: Religious Minorities in Pakistan,” Minority Rights Group International (London, UK: Minority Rights Group International, 2002), https://www.refworld.org/pdfid/469cbfc30.pdf.; Zeeshan Salahuddin, “Pakistan’s Minorities: Second Class Citizens,” Daily Times, March 23, 2017, Accessed January 10, 2021. https://dailytimes.com.pk/21620/pakistans-minorities-second-class-citizens/.

[49] Section 365B, PPC, 1860. See also, Section 361, 364A, 366A, PPC, 1860

[50] The age of sexual consent is based on the provision of Section 375(v) of the Pakistan Penal Code, 1890, that when a woman below the age of 16 is said to have been raped, the accused cannot take

کے بیچ میں طاقت کے توازن کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر کچھ عرصہ پہلے ایک نکاح خواں دو عیسائی بچّیوں جن کی عمر 18 سال سے کم تھی، کے نکاح بالغ مسلم مردوں سے کراتے ہوئے پائے گئے۔ جن کی عمر کچھ ہفتے کم تھی ایسے عام مثال مل جاتی ہیں[51]۔ ایک کیس میں جب دولہے اور کم عمر کی دلہن کی طرف سے بچی کی والدین کے خلاف جوڑے کو حراساں کرنے کا کیس داخل کیا گیا۔ وہاں بچی جو عیسائی تھی اور 13 سال عمر کی تھی جبکہ دولہا مسلمان تھا اور 44 سال عمر کا تھا۔ وہ لڑکی واضح طور پر اپنی شادی کو تسلیم کر رہی تھی اور اس کی حمایت کر رہی تھی وہاں پر یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ شروع میں جب بچی کی شادی کی گئی تو وہ جبری تھی یا نہیں۔ لیکن اس کے والدین نے اپیل کی کہ وہ لڑکی اسکول میں پڑھتی تھی اور اسے صحیح یا غلط میں فرق معلوم نہیں[52]۔

عدالت نے لڑکی کو پہلے ایک نجی پناہ گاہ میں رکھا جو عورتوں کے لئے بنا ہوا تھا پر یہ ہدایت نہیں کی کہ لڑکی کو اس کے والدین سے ملایا جائے[53]۔ ایک دوسرے کیس میں ایک لڑکی اغوا کی گئی اور اس کی جبری شادی کی گئی لیکن اس نے شادی کی مزاحمت کی شادی ہونے کے بعد بھی اس کی مزاحمت جاری رہی۔ بعد میں اس کے والدین نے اس کو واپس حاصل کیا مگر اس کا والد دباؤ میں آگیا اور سمجھوتا کرنے پہ راضی ہوا اور لڑکی کو اغوا کرنے والے کے ساتھ رہنے دیا۔ لیکن لڑکی نے پھر بھی مزاحمت کی اور شادی سے آزاد ہونے کی کوشش کی پھر اس کے چچا نے اسکی قانونی حوالے سے مدد کی اور اغوا کرنے والے کو سزا ملی اور ان کی شادی ختم کی گئی[54]۔ نیشنل رجسٹریشن ڈیٹا بیس اتھارٹی (نادرا) میں شادیوں کی رجسٹریشن تمام مذاہب کے حوالے سے کم ہی کی جاتی ہے۔ اور کتنے ہی مذاہب کے لیئے

---

the defense that she consented. That is, a girl below the age of 16 cannot legally have deemed to consent to sexual activity or intercourse.

[51] Agenzia Fides, "ASIA/PAKISTAN - Arrest Warrant for the Muslim Religious Who Celebrated the Islamic Wedding of Catholic Minor Arzoo Raja - Agenzia Fides," www.fides.org, December 12, 2020, http://www.fides.org/en/news/69019-ASIA_PAKISTAN_Arrest_warrant_for_the_Muslim_religious_who_celebrated_the_Islamic_wedding_of_Catholic_minor_Arzoo_Raja.; Mohammad Nafees, "PROTECTING PAKISTAN'S 'OTHER' DAUGHTERS," DAWN.COM, December 27, 2020, https://www.dawn.com/news/1598101.

[52] Raja Masih (Father of Child Bride) participating in LAS Consultation on CEFM, 20th November 2020.

[53] Constitutional Petition No. D-5364 of 2020, before the Honorable Court of Sindh.

[54] Hamza Ameer, "The Dark Reality of Forced Conversion in Pakistan", South Asia Monitor, December 28, 2020, http://southasiamonitor.org/pakistan/dark-reality-forced-conversions-pakistan

ابھی تک شاید ممکن بھی نہیں ہے[55]3۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچپن کی شادیوں کا پھیلاؤ کم نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ شادیاں اور پیدائش کے کیس رجسٹر نہیں ہوتے[56]۔

بچپن کی شادیوں کے حوالے سے کافی الجھنیں ہیں، یہ فرق سمجھ میں نہیں آتا کہ کب اور کیسے اور کن حالات میں یہ ہوتی ہیں ۔ یہاں تک کہ کم عمری کی شادیوں سے متعلق ثقافتی اور اجتماعی چیلنجوں نے اس بحث کو غیر واضح کر دیا ہے۔ جس سے انتظامی اور انصاف کے نظام میں موجود خامیاں اور اعداد و شمار کی کمی معاملات کو شواہد پر مبنی تحقیق سے روکتی ہے۔ اس کے لئے زیادہ بہتر طریقہ ءکار اختیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ آگے جاکے ریگیولیٹ ہو۔

1.3 طریقہ کار

یہ تحقیقی مطالعہ 14 ہفتوں (ستمبر- دسمبر 2020) کے دوران تجزیاتی معیار کے طریقہ کار کا استعمال کرتے ہوئے کیا گیا اور اس مطالعے میں تحقیق کے چار اہم آلے (ذرائع) استعمال کئے گئے:

1۔ ماہر وکلا اور بچپن کی شادی اور جبری مذہب تبدیلی کے شکار افراد کے ساتھ تجزیاتی انٹرویوز کئے گئے۔ ان میں، دو وکیل ایسے تھے جنہوں نے بچپن کی شادیوں کے کیس لئے اور کامیابی سے ان کا دفاع کیا۔ ایک وکیل جو آئینی قانون دان کی حیثیت سے آئینی پس منظر پر نقطہ نظر فراہم کرسکتے تھے دوسرے قانون دان کو صنف اور بچوں کے حقوق [57] کے حوالے سے مہارت حاصل تھی؛ ایک بچی جو کہ جبری مذہب کی تبدیلی اور شادی کا شکار ہوئی تھی، تین جبری مذہب تبدیلی اور شادی کی متاثر ایک بچی کے والدین جو اغوا ہوئی؛ پنجابی قومیت کی تین عورتیں جو کم آمدنی والے خاندان سے تھیں۔ جن کی شادی 16 سال کی عمر سے پہلے ہوئی، ان میں سے دو عورتوں کے ساتھ حمل کے دوران پریشانیاں ہوئیں؛ بنگالی قومیت کی دو عورتیں جو کم آمدنی والے خاندانوں سے تعلق رکھتی تھی اور ان کی شادی 16 سال کی عمر میں ہوئی۔ دو سندھی خواتین جو کہ کم آمدنی والے ماہی گیر خاندان سے تھیں اور ان کی شادی بھی 16 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

---

[55] Sarah Malkani, "Ending Impunity for Child Marriage in Pakistan: NORMATIVE AND IMPLEMENTATION GAPS,"13-16, Reproductiverights.Org (New York, NY, USA: Center for Reproductive Rights, 2018), Accessed January 10, 2021. https://www.reproductiverights.org/sites/crr.civicactions.net/files/documents/64785006_ending_impunity_for_child_marriage_pakistan_2018_print-edit-web.pdf.

[56] "Child Marriage in Southern Asia: Context, Evidence and Policy Options for Action," 18, ICRW (International Centre for Research on Women, UNFPA, Australian Aid, 2012), Accessed January 10, 2021. https://www.icrw.org/wp-content/uploads/2016/10/CHILDMARRIAGE-F-13.pdf.

[57] Advocate Maliha Zia, Associate Director of Legal Aid Society

2۔ دو گول میز باہمی مشاورت جن میں سے ایک تحقیق کے شروع میں 28 اکتوبر 2020 اور دوسری تحقیق کے آخر 20 نومبر 2020 پر ہوئیں جن میں مذہبی لیڈر، قانون کے میدان میں کام کرنے والے ایڈوکیسی پبلک پالیسی بنانے والے، سوشل اور صنفی انصاف فراہم کرنے والے انصاف، بچوں کے حقوق، قانون دان، قانون نافذ کرنے والے اور کمیونٹی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے اور کمیونٹی آفیسر شامل تھے۔ تمام شرکاء کی کی فہرست مسودے کے آخر میں میں شامل کی گئی ہے۔

3۔ ایک مشاورتی ورکشاپ جو 3 دسمبر 2020 کو ماہرینِ پارلیمانی امور کے ساتھ ہوا۔ جن کا تعلق سندھ کی مختلف سیاسی پارٹیوں اور مذہبی پس منظر سے تھا۔

4۔ ڈیسک ریسرچ بشمول تعلیمی، پالیسی اور جامع مقدمہ قانون کی تحقیق۔

بچوں کی شادی کے حوالے سے سرکاری اعداد و شمار بالکل محدود ہیں عدالتوں سے کوئی بھی اعداد و شمار موصول نہیں ہوئے۔ پولیس سے حاصل ہونے والے سال 2020 کے کیسوں کے اعداد و شمار بھی مکمل تفصیل کے ساتھ نہیں تھے۔ اس وجہ سے اس رپورٹ کے لئے کوی تفصیلی مواد فراہم نیں کر سکے۔

2۔ بچوں کی کم عمری اور زبردستی کی شادی : بچپن، شادی اور اسکا ضابطہء حکم سمجھنا

2.1 بچے کی تعریف

موجودہ عالمی تاریخ میں جدید قوموں اور ریاستوں اور آزاد جمہوریتوں میں آزاد ریاست میں بڑا پرانا کردار ادا کیا ہے[58]۔ اور اپنے ماتحتوں کے اوپر زیادہ اختیارات کا حساب کتاب رکھا ہے[59]۔ خاندان اور ریاست کے بیچ میں رشتہ وقت کے ساتھ بہتر ہوا ہے ماضی کی صدیوں میں خاص طور پر مغربی اور کالونیل دنیامیں صنعت انقلاب کے آنے سے اس میں تبدیلی آئی ہے اور ایسے ہی سرکاری اور نجی معاملات میں بھی[60] ۔ اس سے پہلے بچے قانونی اور سیاسی طور پر ایک خاندان کے اندر والدین پر انحصار کرنے والے سمجھے جاتے تھے جو ان کے مفادات کی نگرانی کرتے تھے (لیوس 2006) اس طریقے سے ریاست اور والدین کے بیچ میں دوطرفہ رشتہ قائم ہوا

[58] Wyness, Michael. "Children, Family and the State: Revisiting Public and Private Realms." Sociology 48, no. 1 (2014): 59-74, 60. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/24433266.

[59] Foucault, Michel, The History of Sexuality (New York :Pantheon Books, 1978);Niraja Gopal Jayal, Citizenship and Ist Discontents an Indian History (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2013).

[60] Wyness, Michael. "Children, Family and the State: Revisiting Public and Private Realms." Sociology 48, no. 1 (2014): 59-74, 60. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/24433266.

سرکاری طور پر ریاست کی طرف سے اور پرائیوٹ طور[4] (جو کہ خاندان اور گھر کے حوالے سے تھا) پر والدین کا مکمل تسلط تھا۔ خاص طور پر والد کا۔ البتہ وقت کے ساتھ اب یہ تبدیل ہوا ہے اور ریاست نے بچّوں کی زیادہ ذمے داری اور انکا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ وہ مستقبل کے شہری ہیں۔ اس کی وجہ سے ریاست اور نجی حلقے میں تناؤ ہو گیا۔ یہ والدین کے ملکیت اور ذاتی مفادات اور ایک فلاحی ریاست کے عام مفادات جو کہ بچوں کی بہتری کو مستقبل کے لیئے سرمایہ کاری سمجھتی تھی ٹکراؤ ہوا[61]۔ 20 صدی کی آخری حصے میں خاندان میں سے عورت آزاد تنقیدی روّیہ سامنے آیا جو خاندان کو مزید کھولنے کا سبب بنا اور خاندان کے اندر تشدّد ‌امتیاز اور اس قسم کے روّیے بحث میں آنے لگے اور ان کو ریاستی معاملات کے حوالے سے سمجھا جانے لگا۔[62]

پہلے عورتیں اور بچے دونوں گھر کے بڑے کی ملکیت سمجھے جاتے تھے اب جبکہ ریاست بچے کے بہتری کے تحفظ کے حوالے سے اپنی ذمے داریاں بڑھانے لگی ہے اور کچھ حد تک عورتوں کے حوالے سے بھی۔ اس کی وجہ سے بچپن اور بلوغت کے بیچ میں فرق کرنا اور بلوغ کے تصور کو بھی بڑھاوا ملا کیوں کہ ریاست اپنی مداخلت کی نوعیت اور اس کی اقتصادیات کے بارے میں جانچنا چاہتی تھی۔ اس کے نتیجے میں مرضی اور نقصان کے بیچ میں رشتے جانچا گیا جہاں پر ذمے داری اور اختیار کا سوال ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے مختلف قانونی دائرہ کار میں اختیارات بڑھائے گئے تاکہ اس عمر جہاں پر خطرے کا زیادہ خدشہ ہے اور تحفظ کی ضرورت ہے وہ مہیا کی جائے[63]۔

مگر جب پاکستان میں بچپن کے موضوع کو جانچا جاتا ہے تو وہاں پر یہ بنیادی سوال کہ "بچّہ کون ہے؟" پر سب سے زیادہ بحث ہوتی ہے۔ پاکستان میں بچے کی کوئی مخصوص تعریف نہیں ہے[64]۔ بلکہ یہاں پر کتنے ہی ایک دوسرے سے مختلف قانون موجود ہیں اور پھر اسلامک / محمدن قانون کا استعمال ان کو اور الجھاتا ہے کیوں کہ یہ قانون مختلف علماء کیجانب سے مختلف طریقے سے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے مختلف ججز بھی اسکی مختلف تشریح کرتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ موجودہ قانون سے بالکل الٹ ہوتا ہے[65]۔

---

[61] Ibid

[62] Ibid

[63] Carpenter, Belinda, Erin O'Brien, Sharon Hayes, and Jodi Death. "Harm, Responsibility, Age, and Consent." New Criminal Law Review: An International and Interdisciplinary Journal 17, no. 1 (2014): 23-54, 24-25. Accessed January 9, 2021. doi:10.1525/nclr.2014.17.1.23

[64] Malik Tahir Iqbal and Ahmer Majee, "Critical Analysis of the Sindh Child Marriage Restraint Act – 2013," 7-8, lrfpk.Org (Pakistan: Legal Rights Forum, 2017), Accessed January 10, 2021. https://lrfpk.org/wp-content/uploads/2020/05/Critical-Analysis-of-the-Sindh-Child-Marriage-Restraint-Act-2013-Final.pdf.

[65] Under Article 2 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, all law must be in conformity with Islam, thereby allowing for Islamic interpretation of legal text to be conducted at the discretion of the judge.

تاریخی لحاظ سے بلوغت کی عمر مطلب بچپن کی حد، وفاق اور سندھ کے قوانین میں مختلف ہے۔

- محمڈّن قانون کے حساب سے:

"کوئی فرد جو بالغ ہوگیا ہے وہ اپنے رتبے اور اپنی جائیداد کے حوالے سے تمام معاملات کرنے کا مجاز ہے پر یہ قانون اکثریت ایکٹ کی وجہ سے تبدیل ہوا اور ان معاملات جن میں ایک محمڈّن کو 15 سال کی عمر میں مجاز قرار دیا گیا ہے۔ وہ 1. شادی، 2. حق مہر، 3. طلاق ہیں باقی تمام معاملات میں اس کی بالغ عمر 18 سال مکمل ہونے کے بعد سمجھی جائے گی۔

" اسلام نے بالغ ہونے کی کوئی عمر مخصوص نہیں کی ہے یہ ملکوں اور نسلوں میں آب ہوا، وراثت اور جسمانی و سماجی حالت کے حساب سے تبدیل ہوتی ہے اس لیئے سرد علاقوں میں ایک بندہ گرم علاقوں نسبت بہت دیر سے بالغ ہوتا ہے۔ اور گرم علاقوں میں بچے اور بچیاں کم عمر میں ہی بالغ ہو جاتے ہیں۔ ایک بچے کی بالغ ہونیکی کم سے کم عمر 12 سال اور ایک لڑکی کی 9 سال بتائی گئی ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق لڑکی یا لڑکا تب بڑے سمجھے جاتے ہیں جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں۔ بلوغت کو عام طور پر 15 سال کے ختم ہونے پر سمجھا جاتا ہے۔ حنفی اور شیعہ فقہوں میں بلوغت 18 سال کی عمر پوری ہونے پر سمجھی جاتی ہے۔ مگر وہ شادی، حق مہر، طلاق یا گود لینے کے معاملات سے الگ ہے۔ تو اس حساب سے محمڈّن قانون جو اس کیس میں لاگو ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرد جو بالغ ہو اور شادی کے معاملات میں مجاز ہے اس کی عمر 15 سال ہونی چاہیے[66]۔

(میجوریٹی ایکٹ) اکثریت ایکٹ 1875 کہتاہے کہ بلوغت کی عمر 18 سال ہے پر اکثریت ایکٹ 1875 کا سیکشن تین کہتا ہے کہ بلوغت کی عمر 21 سال تک جاسکتی ہے اگر ایک کم عمر فرد جو کورٹ آف وارڈس کے سپرٹینڈنٹس کے ماتحت ہے اوراس کے گارجین یا/پراپرٹی مائیز کو مقرر کیا جاناہے۔

- (سکسیشن ایکٹ) جانشینی ایکٹ 1925 کہتاہے کہ بلوغت کی عمر 21 سال ہے[67]۔

- چائلڈ میرج ری اسٹرنٹ ایکٹ 1929 کے تحت، سندھ کے علاوہ تمام صوبوں میں لڑکوں کے لئے شادی کی عمر 18 اور لڑکیوں کی عمر 16 سال ہے۔

---

[66] Malik Tahir Iqbal and Ahmer Majee, “Critical Analysis of the Sindh Child Marriage Restraint Act – 2013,” 7-8, lrfpk.Org (Pakistan: Legal Rights Forum, 2017), Accessed January 10, 2021. https://lrfpk.org/wp-content/uploads/2020/05/Critical-Analysis-of-the-Sindh-Child-Marriage-Restraint-Act-2013-Final.pdf.

[67] Ibid

- فیکٹریز ایکٹ 1934 (اور فیکٹریز ایکٹ 2015) کے تحت ملازمت کے لیئے کم سے کم عمر 14 سال ہے پر 18 سال سے کم عمر کے بچے کو کسی فیکٹری میں ملازمت حاصل کرنے کے لیئے صحت کی کلیئرنس لینی پڑے گی[68]۔

- 5 سندھ چیلڈرنس ایکٹ 1955 حصہ 5 کہتا ہے ایک بچہ 16 سال کی عمر سے کم عمر فرد ہے لیکن اس کا سیکشن 20 کہتا ہے " (3) جہاں ایک عدالت نے سب سیکشن ایکٹ کے تحت ایکشن لیا ہے جہاں ایک بچہ جو ایک متعدی بیماری میں مبتلا ہے عدالت اس بچے کو اس کے ساتھی سے شادی میں دینے، اگر کوئی ہے تو یا اس کے سرپرست کو دینے سے پہلے اس بچے کے حق میں اس امر سے مطمئن ہو گی کہ ایسا عمل یا اس کی شادی اس بچے کے حق میں ہو گی اور اس کے لیئے کورٹ کو مطمئن کرنے کے لئے اس کے ساتھی یا ماتحت کا طبی معائنہ کرایا جائے گا کہ وہ اس بچے کو دوبارہ بیمار نہیں کرسکتے جس کے بعد آرڈر پاس کیا جائے گا[69]۔ یہ اس وجہ سے اہم ہے کہ یہاں سمجھا جاتا ہے کہ 16 سال سے کم عمر کے فرد کو بھی شادی میں دیا جاسکتا ہے۔

- حصہ 2 (سی) نو عمر تمبا کو نوشی آرڈیننس 1959 کہتا ہے کہ 16 سال سے کم عمر کا فرد نو عمر ہے۔

- حدود آرڈیننس 1979 کہتا ہے کہ جس فرد نے بلوغت حاصل کرلی ہے اس پر کرمنل چارجز لگائے جاسکتے ہیں۔ یہ عمر ایک لڑکے لئے 18 سال اور ایک لڑکی کے لیئے 16 سال سمجھی جائے گی[70]۔

- جونیائل جسٹس سسٹم آرڈیننس 2000 کہتا ہے کہ 18 سال سے کم عمر کا فرد بچہ ہے پر 15 سال سے بڑی عمر کے بچے کی ضمانت بھی رد کی جاسکتی ہے[71]۔

- قومی شناختی کارڈ (سی این آئی سی) جو کہ جائز شادی کو رجسٹر کرانے کی اہم ضرورت ہے۔ 18 سال کی عمر میں دیا جاتا ہے[72]۔

---

[68] Section 81-91, Sindh Factories Act, 2015; Employment of Children Act, 1991; Section 2(d) & 20, Sindh Shops and Commercial Establishment Act, 2015

[69] Section 5 & 20, Sindh Children's Act, 1955

[70] Malik Tahir Iqbal and Ahmer Majee, "Critical Analysis of the Sindh Child Marriage Restraint Act – 2013," 7-8, lrfpk.Org (Pakistan: Legal Rights Forum, 2017), Accessed January 10, 2021. https://lrfpk.org/wp https://lrfpk.org/wp-content/uploads/2020/05/Critical-Analysis-of-the-Sindh-Child-Marriage-Restraint-Act-2013-Final.pdf.

[71] Section 6 (4) Juvenile Justice System Act 2018

[72] Section 10, NADRA Ordinance, 2000; 7-8, Malik Tahir Iqbal, Critical Analysis of the Sindh Child Marriage Restraint Act – 2013,

- 18 سال سے کم عمر کا بچہ عدالت میں پٹیشنر کے طور پر خود سے نہیں جا سکتا اس لئے یہ سمجھا جائے کہ ان کو انصاف اور عدالتوں تک سیدھی رسائی حاصل نہیں۔ اگر ایک بچہ 18 سال سے کم عمر کا ہے تو وہ عام طور پر طلاق کے لئے سیدھی درخواست داخل نہیں کر سکتے اور گھریلو وتشدد کے خلاف تحفظ اور اپنے بچے کی تحویل اور اس طرح کے دیگر معاملات میں درخواست نہیں دے سکتے[73]۔

2.2 پاکستان کے تناظر میں شادی کو سمجھنا

ولیم ایسکرج دلیل پیش کرتے ہیں کہ شادی ایک ایسا ادارہ ہے جو سماجی طرف سے دریافت نہیں کیا گیا بلکہ بنایا گیا ہے۔ شادی کا مطلب مختلف وقتوں میں مختلف رہا ہے[74]۔ عالمی طور پر شادیاں نجی زندگی میں طاقت کے رشتوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان سے سماج میں ٹھہراؤ اور امن برقرار رہتا ہے[75]۔

جنوبی ایشیا میں شادیاں عام طور پر خاندان کے بڑوں اور گاؤں کے بڑوں کے جانب سے طے کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں پدری اور شوہر کے غلبے والے سماج کے حساب سے عورت کو اپنے گھر تک رسائی مردوں سے رشتے داری کے بنیاد پر ملتی ہے اور زندگی کے سفر میں وہ اس کے والد کے گھر سے اس کے شوہر کے گھر کی طرف جاتی ہے۔ (بین 1998، بین 2000، ممتاز اور شہید 1987) ایک دوسرے حساب سے ثقافتی طور پر بہتر اسکو سمجھا جاتا ہے جو وفادار ہو اور اپنی ذمہ داریاں بہ خوبی پوری کرے اور یہ خاندان کے افراد کے حقوق سے اوپر ہے۔ (اسٹیورٹ، بونڈ، زمان، دار اور انور 2000)[76]۔

پاکستان جیسے پدری سماج میں شادیوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ اسلامی، سماجی اور قانونی سسٹم میں شادی اور والدین بنا سماج کے بنیادی تصورات سمجھے جاتے ہیں[77]۔ مزید یہ کہ ریاست نے ابھی تک بچوں کی ذمہ راری لینے اور ان کو تحفظ لینے کا بنیادی ڈھانچہ نہیں بنایا۔ کوئی بھی چائلڈ پروٹیکشن سروس وجود نہیں رکھتی اور تعلیم اور صحت کی سہولیات تک عالمی رسائی بھی نہیں ہے۔ عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیئے فعال پولیس سیل بھی موجود نہیں۔ نتیجے میں قانون بن بھی چکے ہیں اور بچوں کی بہتری کے لیئے قانون سازی کا دعویٰ بھی

---

73 Order I, Civil Procedure Code, 1908

74 Grossi, Renata. "Love and Marriage." In Looking for Love in the Legal Discourse of Marriage, 17-38. 17. Canberra, Australia: ANU Press, 2014. Accessed December 3, 2020. http://www.jstor.org/stable/j.ctt13www3x.5.

75 Perumal, Devina Nadarajan. "Introduction: The Ties That Bind: Marriage - a Risky Business or Safe Place?" Agenda: Empowering Women for Gender Equity 25, no. 1 (87) (2011): 9-14. Accessed January 6, 2021. http://www.jstor.org/stable/41321394.

76 Critelli, Filomena M. "Between Law and Custom: Women, Family Law and Marriage in Pakistan." Journal of Comparative Family Studies 43, no. 5 (2012): 673-93, 677. Accessed January 10, 2021.

77 Sanchita Bhattacharya, "STATUS OF WOMEN IN PAKISTAN," J.R.S.P. Vol. 51, No. 1 (June 2014): 179–211, Accessed January 10, 2021. http://lcwu.edu.pk/ocd/cfiles/Pakistan%20Studies/Maj/Pak-St205/statusofwomen.pdf.

کیا جاتا ہے۔پر حقیقت میں میں ریاست اپنے مستقبل کے شہریوں مطلب بچوں کی حفاظت کرنے کے لئے بنیادی سیاسی عزم سے محروم ہیں۔

اور یہ اس حقیقت کی وجہ سے اور بڑھتا ہے کہ:

"معاشرے میں موجود جاگیر دارانہ نظام نے بھی عورتوں سے عداوت کو بڑھاوا دیا ہے۔ ہمارے یہاں زن، زر اور زمین کے مشہور محاورے کو تمام تر شیطانیات کا منبع سمجھا جاتا ہے اور اس سے نہ صرف عورت کی تذلیل ہوتی ہے اور اسکو ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ اس معاشرے میں عورت کو عزت سمجھا جاتا ہے اور مرد کو اس کا رکھوالا بنایا گیا ہے۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ مرد عورتوں پر روک تھام کر کے اپنے گھر کے عزت کو بچاتا ہے خاص طور پر عورت کے جسم کو اس کی جنسی اور بچہ پیدا کرنے والی صلاحیت کے حساب سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ایک لڑکی کے کنواری ہونے کو ایک خاندان یا قبیلے کے وقار کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے لڑکیوں کی جلدی سے جلدی شادی کرنے دباؤ بڑھتا ہے تاکہ کسی ممنوعہ جنسی عمل سے ان کو بچایا جاسکے۔ اس وجہ سے پدری سماج میں عورت ہمیشہ ڈری ہوئی دیکھی جاتی ہے۔ اور ہمیشہ اسی کے جسم کو جلایا جاتا ہے، تشدد کیا جاتا، جنسی تشدد کا نشانا بنایا جاتا ہے اور آخر میں خاندان کی عزت کے نام پر قتل بھی کیا جاتا ہے۔ (نور 2004/15)[78]۔

اس کے نتیجے میں پاکستانی معاشرے کی اہم خصوصیت مرد کی جانب سے عورت کے اور اس کے جسم کے کنٹرول کی صورت میں دیکھی جاتی ہے۔ جو شادی کے معاہدی کے تحت قانونی بنائی جاتی ہے اور شادی کے بعد ذمے داریوں کو بھی صنفی اعتبار سے بانٹا جاتا ہے۔ نتیجے میں عورتوں اور بچوں کو تمام سماجی طبقوں میں شادیوں اور ماں بننے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے عورتوں کو عام طور پر دو چیزوں کے لیئے سمجھا جاتا ہے عورت یا جنسی استعال کے لئے ہے یا ماں بننے کے لئے ہے۔ مطلب کہ ان کی ملکیت انکے جسموں کو سمجھا جاتا اور ان کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے لڑکی کی جنس کو ہمارے سماجی ڈھانچے میں زیادہ نازک سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کے غلط استعمال سے خاندان اور برادری کی عزت خطرے میں سمجھی جاتی ہے۔[79]

شادیوں کے فیصلوں پر روک تھام برادریوں میں طاقت کا توازن برقرار رکھنے کے لیئے اور پدری سماج کے رشتوں کو برقرار رکھنے کے لیئے اور طبقاتی نظام کو بڑھانے کے لیئے استعال کیا جاتا ہے۔ اس لیئے لڑکیوں کے لیئے شادی لازمی ہوتی ہے اور ان کی خواہشات سماجی اقدار اور روایتوں کے نیچے دب جاتیں ہیں [80]۔ بچوں کے خاص طور پر بچیوں کے ان کے خاندان کے ساتھ رشتے ابھی تک ان کی

---

[78] Ibid
[79] Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescent Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 313. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23620922.
[80] Ibid

شادی کہاں اور کیسے ہو اور اس پر جائیداد کا کتنا فائدہ اور نقصان ہو گا اس حوالے سے طے کئے جاتے ہیں۔ اس لیئے نوجوان افراد کے جانب سے اپنی شادی کے فیصلے یا ان کی اپنی پسند کے فیصلوں کو سیدھا والدین اور خاندان کے بڑوں کے اختیارات میں مداخلت اور ان کے لئے خطرہ سمجھا جاتا ہے جو کہ ان کے اگلی نسل کی شادیوں کے حوالے سے فیصلوں پر حاصل ہے۔

اوپر بیان کی گئی بے چینیوں اور حوصلہ افزا باتوں کی وجہ سے نوجوانوں کی زندگیاں ہمیشہ سخت نگرانی کے ماتحت ہوتی ہیں۔ اور یہ خاص طور پر نوجوان لڑکیوں کے لئے سچ ہے جو عام طور پر اور جہاں تک ممکن ہو اجازت کے بغیر گھر چھوڑنے سے روکی جاتی ہیں۔ اور / یا انہیں کسی نگران کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم عام طور پر منقطع کیجاتی ہے۔ ان کو ملازمت کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اور اگر خاندان کی مالی حالت اجازت دیتی ہے تو مارکیٹ حاصل کرنے سے بھی روکا جاتا ہے تاکہ وہ آزاد فیصلے کرنے والی نہ بن جائیں۔

کم عمری کی اور جبری شادیاں زیادہ ہوتی ہیں اگر ایک فرد بالغ بھی ہو جاتا ہے یہ عمل عام طور پر اقتصادی انحصار کی وجہ سے بھی مضبوط ہوتا ہے اور آزاد جنسی یا غیر جنسی رویوں پر بھی سخت پابندی عائد کی جاتی ہے (جیسے آزادی سے فیصلے کرنا، گھر چھوڑنے سے پہلے اجازت لینا اور ملازمت تلاش کرنا وغیرہ) نقل و حرکت، تعلیم تک رسائی، دوران حمل صحت اور عورت کے جسم کو غیرت سے منسلک کرنا اور دیگر۔ اس تحقیق کے مقصد کے لیئے بچوں کی شادی کو کم عمری اور جبری شادی کے ایک حصے کے طور پر لیا جاتا ہے۔

اس تحقیق میں یہ بھی محسوس کیا ہے کہ ایک بچے (یا بالغ) کو بچے کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے افراد (جن میں والدین، گاؤں کے بڑے اور خاندان کے لوگ شامل ہیں) کی مرضی سے جبری شادی میں دھکیلا جا سکتا ہے۔ اور سماجی اور ثقافتی حقائق بھی بچے کو مختلف انداز میں متاثر کرتے ہیں:

- جیسے بچوں اور با اختیار فردوں کے بیچ میں گفتگو کا فقدان جو ایسے شادی میں داخل ہونے سے انکار کو روکتا ہے۔
- سماجی قدر جو یہ یقینی بناتے ہیں کہ (الف) شادی کی جائے (ب) والدین کی پسند سے کی جائے (ت) ایک مخصوص کم عمر میں کی جائے۔ جبکہ بچے کے والدین نے بھی اس عمر میں شادی کی تھی۔
- اور / یا معاشی غربت، گم نامی، مذہبی یا نسلی پسماندگی جنسی تشدد کا ڈر، ملازمت کے کم مواقع، محدود نقل و حرکت اور ایسے دیگر۔

پاکستان میں خاندان کے اندر شادی کرنے کی بھی بڑی روایت ہے رپورٹوں کے مطابق 50 فیصد شادیاں عمومی طور پر پہلے یا دوسرے کزن سے ہوتی ہیں۔ اور یہ گاؤں اور قبائلی علاقوں میں شہری علاقوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ (صدیقی ای ٹی اے ایل 2006) یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایسی شادیاں صنفی علیحدگی والے ہمارے سماج میں نسلی برتری، پائدار شادی اور اپنے شریک حیات کو اچھی طرح جاننے کی

وجہ سے بہتری کا سبب بنتی ہیں۔ (قدیر 2006) اس طریقے سے متوسط طبقہ میں خاندان کی ملکیت اور جائداد خاندان کے اندر ہی رہتی ہے اور غریب کی بھی مدد کرتی ہے کیوں کہ رشتے دار عام طور پر جہیز کی زیادہ مانگ نہیں کرتے[81]۔

2.3 مکمل، آزاد اور باخبر منظوری

حقیقت میں بچپن کی شادی سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیا اور کب بچے سے اس کی مرضی پوچھی جاتی ہے؟ وہ کس عمر میں جنسی تعلق یا/اور اقتصادی تعلق اور سماجی، ثقافتی تعلق جو شادی کے نتیجے میں بنتا ہے کے لئے اپنے رضامندی دینے کے لائق بنتا ہے؟ کیا ایک فرد جو پولیس رپورٹ کرنے یا اپنے تحفظ کے لئے کورٹ میں کیس داخل کرنے یا اپنے بچے کی حصول کے لیئے درخواست نہیں دے سکتا کیونکہ وہ 18 سال سے کم عمر کا ہے؟ کیا وہ اپنی شادی کے لئے رضامندی دے سکتا ہے؟ کیا ہمارا سماجی منظر نامہ یہ اجازت دیتا ہے کہ ایک بچے کو اس کی شادی کے حوالے سے آگاہ کیا جائے اور اس کی رضامندی لی جائے؟

یہ سچ ہے کہ جنسی تعلق رضامندی کی عمر (یا اس سے کم ہے جب پاکستان میں بچے کی رضامندی قانونی نہیں سمجھی جاتی تو یہ ریپ تصور ہو گا) وہ 16 سال ہے[82]۔ لیکن جنسی تعلق سے وہ معاشی سماجی، نفسیاتی اور صحت کے حوالے سے پریشانیاں نہیں ہوتی جو شادی کے بعد ہوتی ہیں۔ کسی بھی صورت میں جنسی تعلقات چاہے وہ رضامندی سے ہوں ان کی حوصلا شکنی کرنا چاہیئے کیوں کہ پاکستان میں (سندھ میں بھی ایسے تعلقات شادی کے بغیر کرنا قبول نہیں کیا جاتا) اس لئے ان کے وہ دباؤ اور نتائج نہیں ہوتے جو شادی کے ہوتے ہیں۔ قانونی طور پر پاکستانی قانون 18 سال سے کم عمر کے فرد کو محدود صلاحیتیں رکھنے والا سمجھتا ہے۔ جیسے اوپر سیکشن 1.2 میں بتایا گیا ہے[83]۔ فیملی کورٹس میں 12 سال یا اس سے بڑی عمر کے بچے سے ان کی کسٹڈی کے حوالے سے ان کی رائے لی جاتی ہے) اس رائے کو کورٹ اہمیت دیتی ہے پر یہ حتمی نہیں ہوتی (اور کورٹ 18 سال سے کم عمر کے بچے کی حوالگی کے حوالے سے خود فیصلہ لیتی ہے[84]۔ قانونی طور پر 16 سال کی عمر تک ہر بچے کے لیئے تعلیم لازمی اور مفت ہے اس کے بعد وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں[85]۔ دوسری طرف 18 سال سے کم عمر کے فرد کے 18 سال سے زیادہ عمر والے فرد جیسے شہری حقوق

---

[81] Critelli, Filomena M. "Between Law and Custom: Women, Family Law and Marriage in Pakistan." Journal of Comparative Family Studies 43, no. 5 (2012): 673-93, 677. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23267840.

[82] 375 (v), PPC, 1860

[83] Section 81-91, Sindh Factories Act, 2015; Employment of Children Act, 1991; Section 2(d) & 20, Sindh Shops and Commercial Establishment Act, 2015

[84] Section 17, Guardians & Wards Act, 1890

[85] Article 25A, Constitution of Pakistan, 1973; Section 3 & 8, The Sindh Right of Children to Free and Compulsory Education Act, 2013

نہیں ہوتے۔ 18 سال کی عمر سے پہلے وہ ووٹ نہیں دے سکتے[86]۔ کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے[5]۔ اور عام طور پر پولیس میں رپورٹ کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوتی یا عدالت میں کیس نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے قومی شناختی کارڈ (سی این آئے سی) کے بنیاد پر بائیو میٹرک شناخت کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ 18 سال کی عمر کے بعد جاری کیا جاتا ہے (اسی وجہ سے شادی کو ختم کرنے کے لئے، گھر میں ہونے والے تشدّد سے بچاؤ کے لئے، خرچے کے لئے بچے کی حوالگی کی لئے بھی کیس نہیں کر سکتے[87]۔ اگر 18 سال سے کم عمر کا فرد مکمل شہری نہیں ہے اور اوپر دیئے گئے کام نہیں کر سکتا تو پھر وہ شادی کی رضامندی کیسے دے سکتا ہے۔

ایک لمحے کے لئے یہ سوچیں کے اگر ایک 18 سال سے کم عمر کی لڑکی اپنی برادری میں بچی نہیں سمجھی جاتی اور اسے اپنے آپ کو بچہ سمجھنے کا کوئی سبب بھی نہیں ہے اور وہ یہ کہ اس کی عمر میں اس کے والدین شادی کرا دیتے ہیں پھر اگر وہ کسی کے پیار میں پڑ جائے اور اس سے شادی کرنا چاہے تو کیا وہ ایسی شادی کی رضامندی دے سکتی ہے۔ کیا وہ بچی جنسی عمل کی رضامندی والی عمر (16 سال) کے بعد یا اس سے پہلے بھی شادی کی رضامندی دے سکتی ہے۔ کیا ایک بچہ اپنے سے کہیں زیادہ عمر کے فرد سے شادی کی رضامندی دے سکتا ہے۔

تیسرا یہ بھی دیکھا جانا چاہیئے کہ بڑوں اور بچوں کے بیچ میں اختیارات کا بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ تو کیا ایک فرد اس عمر میں تمام ضروری معلومات حاصل کر سکتا ہے اور معلومات کی غیر موجودگی میں آزادی سے اپنی رائے دے سکتا ہے۔ یہ فرق بیٹیوں اور باپ یا خاندان کے بڑوں کے بیچ میں تو بہت ہے زیادہ ہوتا ہے جو اپنے بچوں کی شادیوں کے فیصلے کرتے ہیں وہ دونوں طاقت کے ترازو کے مخالف اطراف میں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں یک طرفہ بات کی جاتی ہے۔ اور بچوں مطلب لڑکوں اور لڑکیوں کا سماجی میل جول بہت ہی محدود رکھا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے خیال پیش کرنے یا والدین سے سوال کرنے سے محروم ہوتے ہیں پھر وہ بیٹی اور ماں کے بیچ میں ہو یا بیٹے اور باپ کے بیچ میں ہو۔ پدری سماج اور اس سے ملحقہ معاملات اختیارات کے اس فرق کو مضبوط کرتے ہیں[88]۔

رضامندی مکمل، آزاد اور معلومات کی بنیاد پر ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ رضامندی دینے والا فرد شادی کے تمام حقائق سے آگاہ ہو اس پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہ ہو اور وہ شادی کے متبادل کے حوالے سے بھی آگاہی رکھتا ہو۔ اگر ایک فرد جو 18 سال سے کم عمر کا ہے وہ قانونی طور پر معاوضہ کمانے، پیار میں پڑنے کے لئے جذباتی طور پر لائق، جنسی عمل کرنے کے لیئے جسمانی اور طبی طور پر

---

[86] "ECP - Election Commission of Pakistan," www.ecp.gov.pk (Election Commission of Pakistan, 2018), Accessed January 10, 2021. https://www.ecp.gov.pk/frmGenericPage.aspx?PageID=3032#:~:text=A%20person%2C%20who%20is%20a.

[87] Section 11, Contracts Act, 1872

[88] Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescent Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 313. Accessed December 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23620922.

لائی (طبی خرابیوں کی امکانات کے ساتھ) بچہ پیدا کرنے کے لائق ہے تو پھر وہ شادی کیوں نہیں کر سکتا؟ نوجوانی میں داخل ہونے کی عمر ہر فرد میں مختلف ہوتی ہے[89]۔ تو کس پوائنٹ پر ایک بچے کو ایک بالغ فرد سمجھا جائے یا عالمی طور پر بالغ سمجھا جائے؟ ایسے ایک بچے کی شادی کے حوالے سے رضامندی کو قبول نہ کیا جائے یا وہ کسی نوجوان یا بالغ سے مختلف ہوتی ہے کس حد تک ایک فرد کو باشعور سمجھا جاسکتا ہے اور ان کی اپنی شادی کے حوالے سے فیصلے کرنے کی صلاحیت کس طرح ہر فرد کے بنیاد پر تبدیل ہوتی ہے؟[90] اور اس قسم کی مختلف باتیں کیسے قانون اور پالیسی میں آسکتی ہیں؟ وہ کون سا قاعدہ ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ محض عمر سے پہلے کوئی فرد شادی کے لئے رضامندی ظاہر نہیں کر سکتا؟ کیا شادی کے لئے رضامندی میں قانونی مداخلت بہتر ثابت ہوگی؟ رضامندی کے دو حصے ہوتے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی وہ ہے رضاکارانہ خواہش اور اسکو دوسرے فرد کو بیان کرنا[91]۔ جنسی رضامندی ایک نہایت ہی الجھا ہوا معاملہ ہے[92]۔ اور اسکو بہت مشکل سے واضح کیا جاسکتا ہے عورتوں، لڑکیوں، مردوں اور لڑکوں کا سماجی طور پر ایک دوسرے سے ملنا ان کو رضامندی لینے یا دینے کے لائق نہیں بناتا[93]۔ جنسی اسکرپٹ جو کہ بڑی حد تک صنف اور اسکے مختلف وصفوں کی وجہ سے یک طرفہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں متاثرین کا کردار بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ کیوں کہ جو زیادہ طاقتور ہے وہ کمزور عورت یا لڑکی پر حاوی ہو جاتا ہے اور یہاں پر مرد یا لڑکے کا سخت رویہ اور بااختیار ہونا بھی معنیٰ رکھتا ہے[94]۔ اس تناظر میں لڑکوں یا لڑکیوں کا عمل بھی مختلف ہوتا ہے اور یہ باہر سے دھندلا نظر آتا ہے کہ کیا اس عمل میں رضامندی تھی پائی گئی تھی اور کیا لڑکی نے مکمل رضامندی دی تھی کیوں کہ اس کا بااختیار ہونا لڑکے سے بالکل مختلف ہے اور یہاں پر عورت کی ذات کی ہمیشہ نفی کی گئی[95]۔

---

[89] NHS UK, “Stages of Puberty: What Happens to Boys and Girls,” nhs.uk, April 26, 2018. Accessed December 10, 2021.https://www.nhs.uk/live-well/sexual-health/stages-of-puberty-what-happens-to-boys-and-girls/#:~:text=The%20average%20age%20for%20girls.

[90] “Between the fourteenth and eighteenth centuries, however, the conception of child as separate from adult took shape. ‘‘The category of childhood, in which a person was accorded different responsibilities, rights and social functions due to their age, gained acceptance in Western European society through the middle and upper classes.” At this time, childhood did not bear any of the modern connotations of sexual innocence. … ‘‘Children were assumed to be closer to the body, less inhibited, and thus unlikely to be corrupted by adult knowledge.”…[this] romantic notion of the innocent child lost ground from the mid nineteenth century to a more scientific understanding of the child and childhood sexuality. Following Freud, a sexual instinct was identified as existing from birth, but it was positioned as dormant, unconscious,

[91] Humphreys, Terry. "Perceptions of Sexual Consent: The Impact of Relationship History and Gender." The Journal of Sex Research 44, no. 4 (2007): 307-15, 307. Accessed December 12, 2020. http://www.jstor.org/stable/20620316.

[92] Ibid

[93] Ibid

[94] Judith Butler. “Gender Trouble: Feminism and the subversion of Identity” 178 (1990)

[95] Carpenter, Belinda, Erin O’Brien, Sharon Hayes, and Jodi Death. "Harm, Responsibility, Age, and Consent." New Criminal Law Review: An International and Interdisciplinary Journal 17, no. 1 (2014): 23-54, 27. Accessed January 9, 2021. doi:10.1525/nclr.2014.17.1.23.

جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بچے کی شادی کے لیئے دباؤ ڈالنا یا دھمکی دینا عام ہے۔ ایسی قوت جو ان کو یر غمال بنانے، جسمانی تشدد یا سخت حکم کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو قوت ہمیشہ بند دائرے کے اندر اور یک طرفہ طور پر سامنے آتی ہے اور فرد شادی سے انکار کرنے کے لائق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ وہاں سماجی اقدار، غیرت، وقار اور فرد کو یہ بتانا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور متبادل نہیں ہے اور انک کی تعلیم جاری رکھنے سے منع کرنا یا ان کو کام کرنے سے روکنا اور یہ واضح کر دینا کہ شادی کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے شامل ہے[96]۔ ان کا مطلب عورت یا لڑکی کو نظر انداز کرنا، جذباتی طور پر پریشان کرنا بھی ہے[97]۔ دوسری طرف شادی کے حوالے سے دھمکیوں کے کتنے ہی اقسام ہیں۔ وہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس فرد کی شادی کی جارہی ہو اسکے اسکول یا اپنے گھر کے نزدیک ملازمت کے مواقع تک رسائی نہ ہو۔ جہاں وہ رہتی ہے وہاں تولیدی یا صحت کی سہولت نزدیک نہ ہوں اس پر یہ واضح کیا جائے کے اگر شادی میں دیر ہوگی تو جہیز کی قیمت بڑھ جائے گی۔ یہ کہ شادی اکیلا اور آسان حل ہے گمنامی سے نکلنے کے لئے۔ یا یہ کہ معاشی بدحالی یا مذہبی پسماندگی سے نکلنے کا واحد حل شادی ہے یا یہ کہ شادی جنسی تشدد سے بچنے کا طریقہ ہے یا یہ کہ شادی سماجی طور پر معتبر بننے کا اکیلا ذریعہ ہے[98]۔

مجموعی طور پر پاکستان میں جنسی اور سماجی رویے خاص طور پر وہ جو لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ روا رکھے جاتے ہیں وہ خاندان، برادری اور قانون کی جانب سے اختیار کیئے جاتے ہیں[99]۔ لڑکیاں اور عورتیں کسی نگران کے بغیر گھر سے باہر نکلنے سے روکی جاتی ہیں۔ ان کو شادی سے پہلے اور / یا گھر کے بڑوں کی اجازت کے بغیر تعلیم جاری رکھنے یا ملازمت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی مزید تفصیلات جنسی رضامندی کے سیکشن کے عنوان میں دیئے گئے ہیں۔ لہذا کسی لڑکی کے لئے بہتر معلومات حاصل کرنا، شادی کے نتائج کے حوالے سے مکمل طور پر باخبر ہونا اور اپنی بااختیار رضامندی دینا تقریباً ناممکن ہے۔ اس حد تک کہ اگر ایک لڑکا بھی رشتے سے انکار کرے وہ ناممکن کے قریب ہے۔ تو اس وجہ سے پاکستانی تناظر میں شادی کے لئے مکمل آزاد اور باخبر رضامندی انتہائی مشکل محسوس ہوتی ہے۔

---

96 Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescent Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 312-14. Accessed December 12, 2020. http://www.jstor.org/stable/23620922.; LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

97 LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

98 Ibid

99 Sarah Zaman and Maliha Zia, "How Much Rape Is Rape?," in Disputed Legacies: The Pakistan Papers (Chicago: UChicago Press- Seagull Books- Zuban Books-, 2019), 155–213.

3 ۔ محرّکات: بچّوں کی شادی کے اسباب

پاکستان میں بہت سے ایسے محرّکات ہیں جو بچپن کی شادی کو بڑھاوا دیتے ہیں اور اس عمل میں مددگار ہوتے ہیں۔ یہ مذہب سے لیکر معاشیات تک ہو سکتے ہیں۔ اس میں خاندان کا بااختیار ہونا اور اس کا دباؤ پدرشاہی کا مضبوط ہونا اور دوسری ثقافتی روایتیں جو پدرشاہی سماج کو مضبوط کرتی ہیں۔ ریاست کی غیر موجودگی مذہبی اقلیتوں کی پسماندگی اور یہ سمجھا جانا کہ ہر وقت موجود جنسی تشدد کے خطرے سے شادی بچاتی ہے اور یہ کہ اسطرح عورت کے جسم کی پویتر تا اور حرمت برقرار رہتی ہے اور عورت کے جسم کو استعمال کی چیز سمجھنا اور عورت کی مزدوری اور محکومیت۔

3.1 مذہب

پاکستان میں غالب مذہب اسلام ہے جس میں سے بھی حنفی، سنّی، فقہ کی سب سے زیادہ پیروی کی جاتی ہے۔ اس لئے اس پیپر کے حوالے سے لفظ "اسلام" کا مطلب حنفی، سنّی اسلام سمجھنا چاہیئے۔ اسلامی قانون اور قانون کا علم شریعہ سے اخذ کی جاتی ہے اور شریعہ قانون کا اہم حصہ فیملی لاء ہے مطلب شادی۔ یہ کوئی مقدّس معاہدہ نہیں لیکن اس میں اسلام کے روح کو نظر میں رکھا جاتا ہے۔ یہ ایک سماجی معاہدہ ہے جس کے ذریعے جنسی تعلقات اور بچوں کی پیدائش کو قانونی شکل دی جاتی ہے۔ قرآن کے مطابق ہر وہ فرد جو جسمانی، ذہنی اور معاشی طور پر ایسا کرنے کے قابل ہے اس پر لازم ہے کہ وہ شادی کرے[100]۔ اسلامی شریعہ کی حنفی تشریح کے مطابق ایک لڑکی اس وقت اپنی شادی کے لائق ہو جاتی ہے اور اس کی شادی کو انجام دینا چاہیئے جب اسے پہلی ماہواری آتی ہے۔ اس وقت وہ بالغ سمجھی جاتی ہے(جسمانی طور بالغ) دوسری طرف ایک لڑکا شادی کے لیئے لائق اس وقت سمجھا جاتا ہے جب اسے پہلی مرتبہ منی کا اخراج ہو[101]۔

[100] 39, Marriage Age in Islamic and Contemporary Muslim Family Laws. A Comparative Survey | by Andrea Büchler and Christina Schlatter

[101] Moreover, “In contrast to the Hanafi opinion, both the Shafi’i and the Hanbali school set the age of the legal capacity to marry at fifteen years for both sexes, while the Maliki school draws the line at seventeen years.25 According to the Jafari [Shia] school, fifteen years for boys and nine years for girls is considered as the age of majority.26 According to the Hanafi school there is a presumption that girls do not reach puberty until the age of nine and boys not until the age of twelve.” 40, Marriage Age in Islamic and Contemporary Muslim Family Laws. A Comparative Survey | by Andrea Büchler and Christina Schlatter

اسلام میں جائز شادی کی تین ضروریات ہیں (الف) شادی کے لائق عمر (جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے) (ب) بہتر ذہنی حالت اور (ت) رضامندی [102] جو دونوں فریقین جو شادی کر رہے ہیں کی طرف سے ہو[103]۔ یوں تو ایک بالغ عورت کو اپنی آزاد مرضی سے شادی کرنے کی اجازت ہے لیکن یہ (اسلام کے تمام فقہوں کی جانب سے) قبول کیا جاتا ہے کہ ایک بچے کے والدین یا سنبھالنے والے بھی اس کے بالغ ہونے سے پہلے بھی اس کی شادی اس کی طرف سے کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ شادی اس کی بلوغت سے پہلے عمل میں نہیں آئے گی[104]۔ بلوغت کی عمر حاصل کرنے کے بعد فریقین میں سے کوئی ایک (مشروط طور پر) اس شادی سے باہر نکل سکتے ہیں اگر وہ شادی کے عمل میں نہ آئی ہو تو[105]۔

یہاں پر یہ سمجھنا اہم ہے کہ اسلامی فیملی لاءز کا ڈھانچہ زیادہ تر خودکار طور پر منظم ہوتا ہے وہ اپنی ہیئت میں غیر رسمی ہے اور وہ موجود صورتحال کے حوالے سے لچکدار ہے۔ اور اہم یہ ہے کہ اسلامی قانون میں تبدیلیاں بھی ہوتی ہیں۔ اسلام کے معیاری قانون کو دوبارہ پڑھنے اور اسکو زیادہ سے نرمی کی طرف لانے کی بہت کوششیں ہوئی ہیں لیکن موجودہ اسلامی شریعہ لاء کی حقیقی صورتحال اسی سخت قانون کے بنیاد پر ہے اور اس میں معروضی حالتوں کی حساب سے تبدیلی کی محدود گنجائش ہے[106]۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیہاتی علاقوں میں خاص طور پر کم عمری کی شادی یا بچوں کی شادی عام طور پر مقامی ثقافتی رسموں کے حساب سے ہوتی ہیں نہ کہ معیاری اسلامی قانون کے حوالے سے[107]۔

کیوں کہ پاکستان میں خاندانی) اور وراثتی (قوانین کی مرکزی نوعیت ایسی ہے کہ یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ شریعہ قانون سے ٹکراؤ میں نہ آئیں[108]۔ (سی ایم آر اے 1929) کے حساب سے شادی کی کم سے کم عمر لڑکیوں کے لیئے 16 سال اور لڑکوں کے لئے 18 سال ہے اور (ایس سی ایم آر اے 2013) کے حساب سے دونوں لڑکے اور لڑکی کی عمر 18 سال ہونی چاہیئے لیکن عدالتوں میں بارہا قانون کی خاموشی کو استعمال کر کے کم عمری کی شادی کو قانونی بنایا جاتا ہے۔ مگر جنھوں نے یہ شادی کروائی ہے ان کو ذمہ دار قرار دیا

---

[102] The Shia and Hanafi strands of Islam allow a woman to independently contract marriage, however, the Hanbali, Shafi and Maliki schools require her to obtain the consent of her Guardian or Wali regardless of wether or not she is eligible and competent to marry. 40, Marriage Age in Islamic and Contemporary Muslim Family Laws. A Comparative Survey | by Andrea Büchler and Christina Schlatter
[103] Ibid
[104] 41, Ibid
[105] Ibid

[106] Ibid
[107] H. M. KAMALI, Law in Afghanistan. A Study of the Constitution, Matrimonial Law and the Judiciary 107
(1985); 44, Marriage Age in Islamic and Contemporary Muslim Family Laws. A Comparative Survey | by Andrea Büchler and Christina Schlatter
[108] P L D 2020 Lahore 811, Para 6, 8

جاتا ہے مگر شادی کو جائز سمجھا جاتا ہے۔(مگر یہ خلع یا طلاق کے کیس ذریعے ختم کی جاسکتی ہے) پر وہ غیر قانونی یا ختم نہیں ہوتی[109]۔ اس لئے بہت سے عدالتی فیصلوں میں بچپن کی شادی کی برائی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور ایسے شادی کرانے والے کو سزا بھی دی جاتی ہے لیکن وہ عدالتیں شادی کو ختم نہیں کرتیں[110]۔

مذہب پر بات ختم کرنے سے پہلے یہ بات سمجھنا اہم ہے کہ پاکستانی معاشرے میں نگران مرد یا عورت یا والدین کے اختیار اور ایسے چیزوں کو استعمال کر کے بچپن کی شادی کو جائز سمجھنے کے لیئے یا دوسرے مطلب میں عورت پر بچوں کی آزادی کو سلب کرنے کے لیئے مذہب کی تلوار کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ جنسی تشدد کے واقعات میں زیادہ تر خاندان کے افراد کی طرف ہوتے ہیں[111]۔

بچوں سے بدسلوکی کی موجودہ رپورٹوں کے مطابق بدسلوکی کرنے والے زیادہ تر بچوں کے رشتے دار تھے۔(2010 میں 3،964 اور 2016 میں 1،829)۔ 2012 میں خاندان کے افراد کیجانب جنسی تشدد کے سب سے زیادہ کیس رپورٹ ہوئے(144 کیس)۔ متاثرہ فرد کا گھر اکثر کیسوں میں بدسلوکی کی جگہ تھا۔(2010 میں 306 اور 2016 میں 594 کیس رپورٹ ہوئے)[112]۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب کو استعمال کرنے والا طریقہ نجی دائرے میں یکساں اور واضح طور پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ شریعت کے حساب سے جنسی تشدد کرنے والے خاندانی افرد کو موت کی سزا ملنی چاہیئے[113]۔ درِ حقیقت بچوں کے ساتھ جنسی بدسلوکی (عام طور پر جنسی تشدد کی) زیادہ تر جگہ متاثر فرد کا گھر ہوتا ہے اور یہ نہ عوامی معلومات، بحث و مباحثے یا پولیس کا معاملہ ہے۔ بچوں سے بدسلوکی اور جنسی تشدد کے کیسوں میں جوابداروں کو سزا ملنے کی شرح تقریباً دو فیصد ہے[114]۔

---

109 1962 PLD Karachi 442; 1970 PLD Supreme Court 323; 2018 PCrLJN Lahore 175; 2006 YLR Lahore 2936; 1975 PLD Lahore 234; 2020 PLD Lahore 811;

110 2020 PLD Lahore 811; 2020 PLD Islamabad 28

111 5,7, Sarah Zaman, With an End in Sight Incest in Pakistan: A Legal & Socio-cultural Analysis; https://www.thenews.com.pk/print/647857-2-846-child-abuse-cases-reported-in-2019 ; http://sahil.org/wp-content/uploads/2014/09/FIVE-YEAR-ANALYSIS-200-2011.pdf

112 212, 216, Muhammad Abdullah Avais , Hamida Narijo , Mike Parker, A Review of Child Sexual Abuse in Pakistan Based on Data from "Sahil" Organization

113 4, Sarah Zaman, With an End in Sight Incest in Pakistan: A Legal & Socio-cultural Analysis

114 https://www.thenews.com.pk/print/743228-only-0-3pc-rape-suspects-convicted-in-past-6-years ; https://www.geo.tv/latest/308019-less-than-3-rapes-in-pakistan-lead-to-conviction#:~:text=In%20Pakistan%2C%20the%20conviction%20rate,War%20Against%20Rape%20(WAR).; https://asiafoundation.org/2015/11/11/compromising-justice-pakistans-low-conviction-rates-for-rape/

3.2 معاشی اسباب

کتنے معاشی اسباب ایسے ہیں جو بچپن کی شادی بڑھاوا دیتے ہیں ان میں سے کچھ نمایاں اسباب کا نیچے ذکر کیا گیا ہے۔ جنوبی ایشیاء اور پاکستان میں عام طور پر شادی میں جہیز کی مانگ کی جاتی ہے۔ جو کہ دلہن کی خاندان کی طرف سے دولہے (کے خاندان) کو دی جاتی ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ دلہن کی عمر بڑھنے کے ساتھ اس کے خاندان سے جہیز کی مانگ بہ بڑھتی ہے[115]۔ اس لئے لڑکی کی چھوٹی عمر میں شادی کرنے سے خرچا کم ہوتا ہے اور اس کے جہیز اور اس کے اپنے اخراجات میں بھی بچت ہوتی ہے اگرچہ جہیز دینے کو قانونی طور پر منع کیا گیا ہے[116]۔ اور اب اس کی پہلے والی صورتحال نہیں لیکن پھر بھی یہ ہمارے سماج میں بہت حد تک موجود ہے۔ خاندانوں میں عام طور پر بچی کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کی جہیز کی تیاری بھی شروع کی جاتی ہے۔ وہ خاندان جو غربی میں رہتے ہیں ان کے لیئے اپنی بیٹی کی شادی کا ایک مطلب اس کی شادی کرانے سے اپنے اخراجات کم کرنے اور اپنے قرضہ جات ادا کرنے بھی ہے[117]۔ خاص طور پر جب تعلیم اور ملازمت جیسے متبادل بہت ہی کم ہیں اور عورت کی مالی آزادی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیئے یہ سوچ لیا جاتا ہے کہ اگر لڑکی کی شادی نہ کی گئی تو وہ مالی بوجھ بنے گی[118]۔

اگر ایک کم عمر لڑکی شادی کرتی ہے تو جس خاندان میں وہ بیاہ کر جاتی ہے وہ وہاں پر گھر میں اور زرعی زمین پر یا ان کی ہنر میں کام کرتی ہے۔ اور خاندان کے لئے زیادہ محنت اور قوت سے کام کرتی ہے اور پیسہ کماتی ہے اور زیادہ کام کے حوالے سے اس کے احتجاج کرنے کا بھی کم خدشہ ہوتا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک بچے پیدا کر سکتی ہے۔ بھلے اس کی صحت کو خطرہ لاحق کو۔ اس طرح زیادہ بچے پیدا ہوتے ہیں

[115] 673-77, Critelli, Filomena M. "Between Law and Custom: Women, Family Law and Marriage in Pakistan." Journal of Comparative Family Studies 43, no. 5 (2012): 673-93, 673-677. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23267840.; Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescẹnt Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 312-14. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23620922.

[116] Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Act, 1976

[117] Sarah Zaman, "Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan" 5, Aurat Foundation, Policy and Data Monitoring of Violence again https://www.researchgate.net/publication/325011498_Forced_Marriages_and_Inheritance_Deprivation_in_Pakistan.st Women in Pakistan, October 2014,

[118] Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescẹnt Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 312. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23620922.

اور کام میں لگتے ہیں[119] کم عمر بچے کے والدین کے لئے اس کی شادی اس کو کام میں لگانے اور بچپن سے اس کا تعلق ختم کرنے کا ذریعہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ برادری میں خاندان کی عزت بھی بڑھتی ہے[120]۔

جن خاندانوں میں زیادہ ملکیت ہوتی ہے ان کے لئے اپنی بچی کو اس کی وراثتی ملکیت نہ دینے کا موجودہ طریقوں میں ایک حق بخشوانہ بھی ہے۔ جہاں ایک لڑکی کو اپنی جائیداد چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کی قرآن سے شادی کرائی جاتی ہے اور جب ایک لڑکی کی شادی پاک کتاب سے ہوتی ہے تو وہ ساری زندگی مذہبی تعلیمات حاصل کرنے میں بتاتی ہے یا سادہ طور پر یہ کہا جائے کہ ایک لڑکی کی کم عمر میں شادی کرانے کا مطلب اس کو اس عمر میں خاندان سے دور کرنا ہے جب وہ اپنے وراثتی حقوق کے بارے میں کچھ نا جانتی ہو[121]۔ جتنی کم عمری میں لڑکی کی شادی ہوگی اتنی ہی وہ اپنے حقوق مانگنے کے لائق نہیں ہوگی۔

جن خاندانوں میں زیادہ لڑکیاں ہوتی ہیں ان خاندانوں میں زیادہ پریشانیاں ہوتی ہیں۔ کیوں کہ پاکستانی اور سندھی سماج میں شادی کی مرکزی حیثیت ہے اور سب کو بچیوں کی شادی کرانے کی جلدی ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی رشتہ خاندان کو بہتر حالت میں معاشی بہتری کی طرف لیجاتا ہے تو بچی کی جلد شادی کرادی جاتی ہے۔ اگر ایک معاشی طور پر مضبوط رشتہ یا معاشی طور پر آپ سے بڑے خاندان کا رشتہ آتا ہے تو پھر بچی کی عمر کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ اگر اقتصادی بہتری یا بہتر صورتحال میں جانے جیسے عوامل بھی نہ ہوں تو بھی رشتہ مانگنے والے فریق اور لڑکی کے خاندان کے بیچ میں طاقت کا توازن مانگنے والے کے حق میں ہونے سے بھی رشتے سے انکار ناممکن ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک زمیندار بھلے اس کی عمر کتنی بھی ہو اگر اپنے مزارعے کی لڑکی کا رشتہ مانگتا ہے بھلے لڑکی کی عمر کتنی بھی ہو طاقت کا یہ فرق جو ان دو خاندانوں میں موجود ہے ہمیشہ کمزور خاندان پر دباؤ بڑھائے گا اور وہ رشتے سے انکار کا تصور بھی نہیں کریں گے۔

مزید یہ کہ اعلیٰ تعلیم، ہنری تعلیم، یہ عورتوں کے لیئے ملازمت کے بہت ہی کم مواقع موجود ہیں۔ نتیجے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورت کی شادی کر دینی چاہیئے تا کہ وہ اپنے خاندان میں اپنی محنت سے کچھ حصہ ڈالے اور اپنے اخراجات کر سکے۔ دیہی علاقوں میں اعلیٰ تعلیم

---

[119] Sohail Warraich, Gender and Law Expert, participant in LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[120] https://blogs.lse.ac.uk/southasia/2017/07/13/stolen-childhoods-the-dilemma-of-child-marriage-in-rural-sindh/

[121] Sarah Zaman, "Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan" 3, Aurat Foundation, Policy and Data Monitoring of Violence against Women in Pakistan, October 2014. Accessed October 1, 2020. https://www.researchgate.net/publication/325011498_Forced_Marriages_and_Inheritance_Deprivation_in_Pakistan.

اور روایتی نوکریوں کے مواقع اور بھی کم ہیں[122]۔ یہ رپورٹ ہوا ہے کہ عورت غیر راویتی مزدور فورس کا 70 فیصد ہوتی ہیں[123]۔ محدود مواقع ہونے کی وجہ سے اور خاندانی اور سماجی روایتوں کی رکاوٹوں کی وجہ سے عورت کو کام کرنا چاہیئے یا نہ کرنا چاہیئے۔ عورتیں عام طور پر اپنے آپ کو غیر روایتی مزدوری میں پھنسا دیتی ہے جہاں پر ملازمت کے ناانصافی پر مبنی شرائط لاگو ہوتے ہیں[124]۔ نتیجے میں بہت کم عورتوں کے پاس معاشی آزادی کا موقع ملتاہے۔ اس لئے یہ سمجھا جانے لگتا ہے کہ لڑکیوں کی جلد سے جلد شادی کی جائے تاکہ وہ محفوظ رہیں۔

دوسری طرف اگر کوئی لڑکی زیادہ تعلیم یافتہ ہو تو بھی والدین کے لیئے اس کے حساب سے رشتہ ڈھونڈنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر ایک لڑکی آنے والے رشتوں سے زیادہ پڑھی لکھی ہے تو اسے بھی بہتر رشتہ نہیں سمجھا جاتا۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر لڑکی پڑھی لکھی ہے تو زیادہ جہیز دینا پڑے گا[125]۔ دوسری طرف اگر دولہا زیادہ پڑھا لکھا ہے تو بھی وہ دلہن کے خاندان سے زیادہ جہیز کی مانگ کرتا ہے [126]۔ نتیجے میں لڑکیوں کو اسکول چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جیسے ہی رشتہ آئے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس طریقے سے اقتصادی بہتری کے لئے شادی کرنے کا عمل چل پڑتا ہے اور معاشی آزادی کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔

3.3 عورتوں اور بچوں کے استحصال کے اصل محرّکات

گذشتہ چند دہائیوں میں خواتین کی معلومات، نقل و حرکت اور روابط تک رسائی بذریعہ موبائل فون اور انٹرنیٹ کے بڑھی ہے [127]۔ لیکن یہ ترقی نہ تو یکساں ہے نہ ہر جگہ پر ہے نہ ہی ہر سطح پر ہے اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ عورت کے معاشرے میں مقام میں

---

122 Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescẹnt Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 314. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23620922.

123 "According to the latest available labour force statistics in the Pakistan Labour Force Survey (2014-15), out of the total employed women in the non-agriculture sector, 74% are working in the informal sector and only 26% are working in the formal sector." Aliya H. Khan, "Women in the Informal Economy in Pakistan Chalking out Ways to Bridge the Disconnect between the Feminist Movement, the Workers' Organizations and Political Parties" (Friedrich- Ebert-Stiftung, 2017), http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/14909.pdf, iv.

124 "No Room to Bargain," Human Rights Watch, January 23, 2019. Accessed October 11, 2020. https://www.hrw.org/report/2019/01/24/no- room-bargain/unfair-and-abusive-labor-practices-pakistan.

125 Ghosh, Biswajit. "Child Marriage, Community, and Adolescẹnt Girls: The Salience of Tradition and Modernity in the Malda District of West Bengal." Sociological Bulletin 60, no. 2 (2011): 307-26, 314. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23620922.

126 Ibid

127 Abidi, Syed H, Muhammad Raees, and Syed Ali. "How Pakistan's Media Spreads the Message about Reproductive and Sexual Health." BMJ: British Medical Journal 350 (2015). Accessed November 19, 2020.

Abidi, Syed H, Muhammad Raees, and Syed Ali. "How Pakistan's Media Spreads the Message about Reproductive and Sexual Health." *BMJ: British Medical Journal* 350 (2015). Accessed

بہتری آئی ہے[6]۔ مثال کے طور پر موبائل فون اور انٹرنیٹ کا استعمال کے شہری اور دیہی علاقوں میں عورتوں کے لئے جمہوری اور آزاد استعمال سے عورت کو زیادہ اختیار نہیں ملے[128] یا وہ زیادہ محفوظ نہیں ہوئی بلکہ وہ بدسلوکی، حراساں کرنا اور فراڈ کے حوالے سے زیادہ غیر محفوظ ہوئی ہے[129]۔ ان الیکٹرونک ذرائع کے استعمال سے کم عمر کی لڑکیاں جنسی بدسلوکی، تشدد یا فراڈ[130] کے بنیاد پر شادیوں اور ایسی دھمکیوں کا شکار ہوگئی ہیں جو نہایت ہی خطرناک اور پر تشدد صورتحال کا سبب بنتی ہیں۔ جس میں سیکس ٹریفکنگ اور جنسی کاروبار کے ریکٹ بھی شامل ہیں[131]۔

3.4 قانون کی غیر موجودگی: پدر شاہی سماج اور ثقافتی رسم ورواج کی تبدیلی

یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ شادی سے متعلق پاکستان کے روایتی رسم ورواج بھی معاشرے میں عورت کی صورتحال مزید ابتر کرنے میں متوازی کردار ادا کرتے ہیں۔ "سوارا" کی مثال کے حوالے سے سارا زماں کہتی ہیں:

> "وقت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں یہ روایتیں عورتوں کے لیئے قانونی عدم واعتماد اور استثنیٰ کے حوالے سے زیادہ گھنونی ہو گئی ہیں مثال کے طور پر "سوارا" کی رسم یا شادی کے لئے معاوضہ لینا اب پاکستان میں پہلے کے مقابلے میں بہت مختلف ہوگئی ہے، ماضی میں "سوارا" کے حساب سے ایک خاندان جس نے کسی اور خاندان کے فرد کو قتل کیا ہوگا کی عورت کالا کپڑا پہنا کر مقتول کے خاندان کو دی جائے گی۔ اس طریقے سے مقتول کے خاندان اس کو قبول کرتے ہوئے معافی قبول کر لیتے ہیں اور عورت کو واپس بھیج دیتے ہیں۔ کچھ جگھوں پر اس کے ساتھ قاتل کے خاندان کو کچھ تحفے بھی بھیجے جاتے ہیں۔ من

November 19, 2020. https://www.jstor.org/stable/26520393.; Critelli, Filomena M. "Between Law and Custom: Women, Family Law and Marriage in Pakistan." Journal of Comparative Family Studies 43, no. 5 (2012): 673-93. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23267840.

[6] https://www.thenews.com.pk/tns/detail/562198-laws-critical-starting-point

[128] https://www.thenews.com.pk/tns/detail/562198-laws-critical-starting-point

[129] Critelli, Filomena M. "Between Law and Custom: Women, Family Law and Marriage in Pakistan." Journal of Comparative Family Studies 43, no. 5 (2012): 673-93. Accessed January 10, 2021. http://www.jstor.org/stable/23267840.

[130] DRM, "DRF Cyber Harassment Helpline Annual Report," Digital Rights Monitor, December 21, 2017, http://www.digitalrightsmonitor.pk/1106-2/.; Barker, Kim, and Olga Jurasz. "Online Misogyny: A Challenge for Digital Feminism" ?" Journal of International Affairs 72, no. 2 (2019): 95-114. Accessed November 19, 2020. https://www.jstor.org/stable/26760834.

[131] Felmlee, Diane, and Robert Faris. "Toxic Ties: Networks of Friendship, Dating, and Cyber Victimization." Social Psychology Quarterly 79, no. 3 (2016): 243-62. Accessed November 19, 2020. http://www.jstor.org/stable/44078245.; http://www.digitalrightsmonitor.pk/1106-2/ ; Fairbairn, Jordan. "Rape Threats and Revenge Porn: Defining Sexual Violence in the Digital Age." In EGirls, ECitizens: Putting Technology, Theory and Policy into Dialogue with Girls' and Young Women's Voices, edited by Bailey Jane and Steeves Valerie, 229-52. University of Ottawa Press, 2015. Accessed November 19, 2020. http://www.jstor.org/stable/j.ctt15nmj7f.13.

اللہ کے مطابق یہ روایت اب بہت خراب صورت اختیار کر گئی ہے کیوں کہ معاشرے میں عورت کی حیثیت کم تر ہو گئی ہے۔ اور اب عورتین بیچی جاتی ہیں یا قتل کے عیوض تکرار کو حل کرنے کے لئے دے دی جاتی ہیں[132]"۔

اس کے علاوہ بھی اور کتنی ہی رسم یں ہیں جو یا تو بہت بد تر ہو گئی ہیں یا وقت کے ساتھ بہتر نہیں ہوئیں۔ ان میں کچھ درج ذیل ہیں۔ "سوارا" کے ساتھ ایسی کچھ اور بھی رسمیں ہیں جیسے "ونّی" اور "بدل الصلح" جس میں خاندان کے مردوں کے جرائم یا گناہوں کے ازالے کے لئے لڑکیوں کی جبری شادی کرائی جاتی ہے اور اس طرح معاملات حل کئے جاتے ہیں[133]۔ لڑکیوں کو قرض ختم کرنے کے لئے بھی دیا جاتا ہے اسی طرح "پیٹ لکھی" کی رسم میں بچہ جب حمل میں ہی ہوتا ہے تو اس کی قسمت پر ٹھپا لگایا جاتا ہے (پیٹ مطلب شکم مادر) "وٹہ سٹہ" یا "ادو بدو" کی رسم میں دو خاندان اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کی آپس میں شادیاں کراتے ہیں مطلب ایک لڑکی لیکر اس کے سسرال کو بدلے میں اپنی لڑکی دیتے ہیں۔ یہ عام طور پر اپنی بچی کے لیئے ایک محفوظ رشتہ حاصل کرنے کا طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس طرح گھر یا زمینوں پر کام کرنے والے ایک فرد کے بدلے دوسرا فرد آجاتا ہے۔ اس طریقے سے دونوں خاندانوں کے بیچ میں طاقت کا توازن بھی برقرار رہتا ہے کہ اگر ایک لڑکی کے ساتھ بدسلوکی ہو تو سامنے والے بھی انکی لڑکی کے ساتھ وہی سلوک یا طلاق دے دیتے ہیں[134]۔ کیوں کہ اعداد و شمار محدود ہیں اس لئے ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس روایت میں کوئی کمی آئی ہو[135]۔

اس قسم کی رسومات یا ان جیسی اور رسومات عام طور پر گاؤں کے بڑوں، جرگوں، پنچائتوں یا فصلوں میں اندیکھی کر دی جاتی ہیں جو کہ ہمارے سماج میں متبادل عدالتوں یا بیچ بچاؤ کرنے کا کام کرتے ہیں[136]۔ یہ گاؤں کے بڑے جرگے یا پنچائتیں وغیرہ عام طور پر اسلامی روایتوں اور عقیدوں کے مطابق ایک بچی کی اس کی پہلی ماہواری آنے کے بعد جلدی سے جلدی شادی کرا دی جائے اور اگر بلوغت تک شادی نہیں ہوئی تو اسے جلدی کر لیا جائے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی رپورٹ ہوا ہے کہ اس طرح کے جرگوں میں بہت چھوٹی

---

[132] Sarah Zaman, “Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan” 5, Aurat Foundation, Policy and Data Monitoring of Violence against Women in Pakistan, October 2014, https://www.researchgate.net/publication/325011498_Forced_Marriages_and_Inheritance_Deprivation_in_Pakistan.

[133] Sarah Zaman, Gender and Child Rights Expert, participant in LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[134] Sohail Warraich, Gender and Law Expert, participant in LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[135] https://blogs.lse.ac.uk/southasia/2017/07/13/stolen-childhoods-the-dilemma-of-child-marriage-in-rural-sindh/

[136] The institution of jirga has increasingly become the locus of misogynist practices such as child marriages and the barter of women for conflict resolution. Since jirgas have the veneer of consensus because they are collective albeit all male elite decisions, they construct a social legitimacy around anti-women practices.”
Nazish Brohi, Women, Violence and Jirgas Review study for the National Commission on Status of Women.

بچیوں کو بوڑھے لوگوں سے بیاہ دیا جاتا ہے[137]۔ مطلب یہ کہ وہ لڑکیاں جن کے مقدر کے فیصلے کئے جاتے ہیں ان کا ان شادیوں کے فیصلوں سے بہت کم لینا دینا ہوتا ہے۔

درِ حقیقت یہ رپورٹ آگے یہ بحث بھی کرے گی کہ کیسے بچوں کی شادی کے قوانین کو کس طرح عورت کی اپنی شادی کے حوالے سے رضامندی کو نقصان پہچانے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔

نیشنل کمیشن آن دی اسٹیٹس آف وومین (این سی ایس ڈبلیو) کی تازہ رپورٹ میں[138]۔ نازش بروہی یہ کہتی ہیں کہ ریاست نے اپنِی رِٹ کو بہتر بنانے کے لئے جرگا اور پنچائت کے اختیارات کے خاتمے کی بہتر کوشش کی ہے وہ رپورٹ کرتی ہیں کہ کچھ مواقع پر پوری جرگے کو گرفتار کیا گیا کہ انہوں نے عورتوں کے تحفظ کے لیئے موجود قوانین کی خلاف ورزی کی اور عورت کے تقدس کو پامال کیا۔ لیکن یہ بھی کہا کہ ریاست کی مشنری کی جانب سے اس قسم کے عمل کبھی کبھار ہی ہوتے ہیں۔ در حقیقت جرگے ہماری ملک کے انصاف والے سرشتے کا حصہ نہیں ہے مگر عورتوں کے حقوق کے حوالے سے جرگا کرنا قانونی رہتا ہے۔ مطلب کہ یہ غیر آئینی ہے پر غیر قانونی نہیں[139]۔

---

[137] Hanif Samoon, “Police Arrest Culprits after 5-Year-Old Girl Married to 22-Year-Old Man near Shikarpur,” DAWN.COM, July 22, 2017, https://www.dawn.com/news/1346935/police-arrest-culprits-after-5-year-old-girl-married-to-22-year-old-man-near-shikarpur. Hanif Samoon, “Badin Police Foil Marriage of Minor Girl with 40-Year-Old Man,” DAWN.COM, November 12, 2017, https://www.dawn.com/news/1370060.; AFP, “Bartering Innocence for Honor,” www.newsweekpakistan.com, February 12, 2014, accessed November 23, 2020. https://www.newsweekpakistan.com/bartering-innocence-for-honor/.; Webdesk, “26 Girls Held Hostage to Settle Loan Dispute Recovered in Karachi,” The Express Tribune, November 26, 2014, https://tribune.com.pk/story/797406/police-recover-26-young-girls-from-house-in-karachi#.VHbVfOzbjBU.facebook%20.; “In 2014, eleven-year-old Amna was married to a man three times her age as compensation for her uncle having raped a girl in Grilagan in northwest Pakistan. Amna was married off to the brother of the girl who had been raped. She was one of the two girls from the rapist’s family given to the aggrieved family through a jirga decision. The other girl, Zulhaj, spoke to the media saying she had accepted her fate1 . In 2013, Rubina, a 12-year-old girl appealed to the chief justice of Pakistan’s Supreme Court to provide her safety since she was being forced by a jirga to marry an older man in Doong Darra in Upper Dir district.” “In 2006, five minor girls were to be handed as compensation to the rival party in Kashmore, Sindh. The decision was made with the connivance of a parliamentarian and the District Nazim. Both victims were rescued by the suo motu action of the Supreme Court of Pakistan.” Nazish Brohi, “Women, Violence and Jirgas: Consensus and Impunity in Pakistan,” 5-7, National Commission on the Status of Women, June 2017, accessed November 1, 2020. http://www.ncsw.gov.pk/previewpublication/63.

[138] Nazish Brohi, “Women, Violence and Jirgas: Consensus and Impunity in Pakistan,” 8, 20, National Commission on the Status of Women, June 2017, accessed November 1, 2020. http://www.ncsw.gov.pk/previewpublication/63.

[139] Ibid

مزید یہ کہ ان روّیوں اصولوں اور سماجی دباؤ میں عورتیں اور بچے خاص طور پر بچپن کی شادی یا جبری شادی یا اپنی زندگی کو متاثر کرنے والے ایسے کسی عمل کے حوالے سے انصاف تک رسائی اور انصاف حاصل کرنے سے محروم کئے جاتے ہیں[140]۔

3.5 بچپن کی شادی ایک تحفظ: جنسی تشدد، مذہبی پسماندگی یا/اور لاقانونیت

شادی ایک بہت مضبوط سماجی رسم ہے خاص طور پر پاکستان میں اور وہ معاشرے کے تقریباً تمام سماجی اور معاشی طبقات کی رسائی میں ہے یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شادیوں میں پیسوں اور ہتھیاروں دونوں کا استعمال ہوتا ہے، درج ذیل حصے میں کے کیسے شادی کو سماج کے خلاف ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے یا اسے ایک کمزور کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے[141]۔

شادی اور اختیار کے بیچ میں تعلقات مستقل نہیں ہوتے۔ نہ صرف شادی میں بلکہ رشتہ طے کرنے میں بھی ایک امر ایک فریق کا ہتھیار دوسرے کی ڈھال اور تیسرے کی کلہاڑی ہوسکتا ہے۔ تھر کے دیہات میں ایک غریب ہندو ہاری یا شہریت نہ رکھنے والا ایک بنگالی مچھیرا یہ سمجھتا ہے کہ شادی اس کی بیٹی کے لئے بہت سارے ریاستی اور غیر ریاستی خطروں اور خطرے کا سبب بننے والوں کے خلاف بچاؤ ہے جو کہ ان کے روزمرّہ کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ دوسری طرف اگر ایک بیٹی کسی سے شادی کی خواہش رکھتی ہے یا اپنی پسند سے محبت کرتی ہے تو وہی ہاری یا مچھیرا شادی کو تلوار کے طور پر استعمال کرے گا اور اپنی بیٹی کو اپنی پسند کے بندے سے شادی کرنے پر مجبور کرے گا جبکہ دوسری طرف ایک بیٹی بھی جبری شادی سے بچنے کے لئے جلد سے جلد گھر سے بھاگ جانا اور اس پے کوئی دوسرا اپنی مرضی مسلط کرے اس سے پہلے شادی کرلیتی ہے۔ ان تمام مثالوں میں طاقت صورتحال کے حساب سے تبدیل ہوتے دکھتی ہے۔ کہ جیسے ہاری اور مچھیرا اپنی معاشی حقیقتوں کے خلاف، ایک ہندو یا شہریت نہ رکھنے والا ریاست اور سماجی امتیاز کے خلاف اور بیٹی اپنے باپ یا خاندان یا سماجی ڈھانچے کے خلاف۔

---

140 Shazia Saleem and Khadija Ali, "The Justice Prelude: A Socio-Legal Perspective on Women's Access to Justice," ed. Meher Noshirwani, Aurat Foundation & SPO, February 2017, chrome-extension ://oehttps://spopk.org/wp-content/uploads/2020/06/women_access_to_justice.pdf.; Correspondent, "Gender Equality: Calling for Easing Women's Access to Justice in Sindh," The Express Tribune, August 11, 2016. Accessed November 21, 2020.

141 Scott, James C. Weapons of the Weak: Everyday Forms of Peasant Resistance. Yale University Press, 1985. Accessed January 12, 2021. http://www.jstor.org/stable/j.ctt1nq836.

3.5.1 جنس عمل کی قانونیت: جنسی تشدد خلاف تحفظ، ممنوع جنسی رویوں کی روک تھام، اور حیثیت کو برقرار رکھنا

(1) جنسی تشدد

جنسی تشدد کے واقعات بڑھ رہے ہیں[142]۔ یا تو زیادہ واقعات ہونے کی وجہ سے یا زیادہ رپورٹ ہونے کی وجہ سے۔ واقعات کا عددی طور پر بڑھنا اور / یا جنسی جرائم کے حوالے سے آگاہی کا بڑھنا، یا اس لڑکی کی عصمت والی سماجی ضرورت، مطلب یہ کہ ایک لڑکی دلہن کے طور پر اپنی عزت کم کر دیتی ہے اگر وہ شادی کے وقت کنواری نہ ہو یا اس کا کوئی جنسی حوالے سے ماضی ہو۔ اس میں یہ کوئی معنیٰ نہیں رکھتا کہ وہ جنسی عمل رضامندی سے ہوا تھا یا اس کا زنا یا اس پر جنسی تشدد ہوا تھا[143]۔ اس کا لڑکی کی والدین پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اپنی بچیوں کی عزت کے تحفظ کے حوالے سے پہلے ہی پریشان ہوتے ہیں۔ خاص طور پر وہ والدین جن کی سماجی اور معاشی صورتحال کمزور ہے اور وہ بچوں کو تحفظ کے دوسرے ذرائع مہیا نہیں کرسکتے۔ والدین عام طور پر شادی کو اپنی بیٹیوں کا تحفظ کا ایک طریقہ سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی بیٹیوں کی جلد سے جلد شادی کردیں تاکہ ان کی عزت پامال نہ ہو[144]۔ کسی لڑکی پر جنسی تشدد اس کی شادی ہونے کے مواقع تباہ کردیتا ہے اور اس کے لڑکی اور اس کے والدین پر بہت سماجی اثر پڑتے ہیں جیسے کہ متاثر لڑکی کا ہر جگہ مزاق اڑانا سماجی بائیکاٹ اور اس کے بھائی بہنوں کی شادی پر اثر وغیرہ۔ اس کے معاشی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ جیسے جہیز کی زیادہ مانگ اور / یا ایک غیر شادی شدہ بچی کے اخراجات۔ اس قسم کے نقصانات والدین کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی بچی (اور اپنا) تحفظ کریں اور اس کی جلد سے جلد شادی کریں۔ مثال کے طور پر بیوہ ماؤں کی بچیاں / یا معاشی طور پر کمزور خاندانوں اور / یا پسماندہ یا کم تر سمجھی جانے والی برادریوں کی لڑکیوں کو گھر میں مرد کی غیر موجودگی یا اس کی کمزوری کی وجہ سے معاشی پسماندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کو کوئی سماجی تحفظ نہیں، کوئی ریاستی تحفظ نہیں، اور مستقل جنسی خطرات لاگو رہتے ہیں۔

---

[142] Maria Amir, "In Pakistan, Rape Culture Is Not Only Systemic, It Is Reinforced at Every Level," DAWN.COM, September 16, 2020 ; http://www.dawn.com/news/1580011.

[143] Karachi Corresponent, "Pakistan's Abandoned Daughters," The Hindu, August 5, 2017, sec. International, https://www.thehindu.com/news/international/pakistans-abandoned-daughters/article19435686.ece.

[144] Shah Nawaz Jiskani, "Stolen Childhoods: The Dilemma of Child Marriage in Rural Sindh," South Asia@LSE (London School of Economics & Political Sciences, July 13, 2017), https://blogs.lse.ac.uk/southasia/2017/07/13/stolen-childhoods-the-dilemma-of-child-marriage-in-rural-sindh/.

(2) زِ نا بالرضا

ایسا سمجھا جاتا ہے کہ جتنی جلدی لڑکی یا لڑکے کے شادی کی جائیگی تو وہ کسی ممنوعہ جنسی تعلق میں نہیں پڑیں گے جو کہ موجودہ اسٹیٹس کو متاثر کر سکتا ہے۔ حقیقت میں بچپن کی شادیوں کے بہت سارے کیس جو رپورٹ ہوتے ہیں وہ یا تو ایسے ہیں کہ وہ گھر سے بھاگ گئے یا دونوں فریقین میں والدین کی مرضی یا اجازت کے بغیر شادی کی۔ [145]

نوجوان فرد مخصوص قسم کے جذباتی اور جنسی احساسات رکھتا ہے چاہے ان کی عمر کم ہی کیوں نہ ہو اور وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے والدین میں بھی انہی کی عمر میں یا ان سے کم عمر میں والدین کی اجازت سے شادی کی تھی۔ تو وہ اپنے آپ کو بچہ نہیں سمجھتے جو کہ شادی کے لائق نہیں۔ اس حالت میں اگر وہ یہ سمجھیں کہ والدین ان کو سزا دیں گے اور / یا ان کی خواہشات سے منع کریں گے تو پھر گھر سے بھاگ جانا یا شادی کرنا اپنی محبت کو پانے کا واحد حل سمجھ لیتے ہیں۔ ان بچوں کو سماجی اقدار کو توڑنے والا سمجھا جاتا ہے جو اپنے ہمسفر خود چنتے ہیں اور بھاگنے سے اپنی برادری یا خاندان کے لیئے بے عزتی کا سبب بنتے ہیں۔ اکثر وہ اپنے والدین کی طرف سے خطرناک نتائج کے نشانے پر رہتے ہیں۔ اگر والدین اس قسم کی سزا نہ بھی دیں تو برادری ان کو اپنے آپ سے الگ کرنے یا سزا دینے میں دیر نہیں کرتی۔ اور وہ سزا صرف بھاگنے والوں کو نہیں بلکہ ان کے خاندانوں کو بھی دیجاتی ہے۔ اگر کوئی خاندان بھاگنے والے فرد کو واپس لانے کی کوئی کوشش نہیں کرتی یا/اور ان کو سزا نہیں دیتی تو پھر وہ برادری میں اپنے آپ کو سزا دلوانے کے خطرے کی زد میں آجاتے ہیں۔ کیوں کہ برادری اس عمل کو ان کے اختیارات اور اپنے بچوں کی مالکی کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔

جب نوجوان گھروں سے بھاگ جاتے ہیں یا والدین کی مرضی کے سوائے شادی کرلیتے ہیں تو ان پر والدین کی طرف سے پولیس یا عدالتوں میں کیس داخل کرنے کا دروازہ کھل جاتا ہے جن میں ان پر اغوا اور / یا بچپن کی شادی کے الزامات لگائے جاتے ہیں[146]۔ رپورٹ کئے گئے بچپن کی شادی کے کیسوں میں سے اکثر وہ کیس ہیں جہاں بچوں نے اپنی مرضی سے شادی کی۔ سندھ اور پاکستان میں کسی بھی جبری بچپن کی شادی کا کیس رپورٹ نہیں ہوا یہ ہر جگہ ایسا ہی ہے[147]۔ یہ جزوی طور پر اس لئے ہوتا ہے کہ اپنی مرضی ہمارے عام سماج کے روایتوں میں شامل ہیں ہے۔ نتیجے میں ہمارے سوچ میں وہ الفاظ ہی موجود نہیں ہیں کہ یہ کیس بچوں کی بہتری کی خلاف ورزی کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

---

[145] Khadila Ali, Gender Expert and Advocate High Court, participant in LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting

[146] Khadija Ali (Gender Expert and Advocate High Court), Amna Latif (Director Communications, Aahung) and Sarah Zaman (Gender and Child Rights Expert), participants in LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[147] All the available case law points in this direction.

نتیجے میں والدین اور برادری سرکاری مشینری اور قانون کو استعمال کرنے یا ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتی ہے جو درحقیقت بچوں کے تحفظ کے لئے ہوتے ہیں مگر اس گمراہی کی وجہ سے وہ برادری کے رسم ورواج کے حساب سے بچوں کو سزا دینے کا سبب بنتے ہیں۔ اس میں تشدد، جبری شادی، غیرت کے نام پر قتل بھی شامل ہیں۔ وہ سزا اسکول سے نکالے جانے، گھر میں بند کئے جانے، سماجی طور پر الگ کرنے، نفسیاتی اور جسمانی طور پر بدسلوکی کرنے کی صورت میں ہوسکتی ہے[148]۔ جبکہ عام طور پر شہروں کے پس منظر میں سزا کم ہوتی ہے۔ پر غیرت کے نام پر قتل وہاں بھی مقبول ہے۔ سندھ میں کاروکاری کی ایک رسم موجود ہے جس میں "کارو "گناہ کرنے والے مرد کو کہا جاتا ہے اور " کاری "گناہ کرنے والی عورت کو کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے سماج کی نظر میں کوئی جنسی گناہ کیا ہو۔ اور یہ کاروکاری کی رسم بچوں نوجوانوں یا بالغوں میں کوئی فرق نہیں کرتی۔

ایک خرابی جو انصاف کے سسٹم میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی بچہ یا بچی بھاگ کر اپنی مرضی سے شادی کرتا ہے تو اس صورت میں عدالت کیا اس بچی کو شادی سے جدا کردے؟ (جو کہ سمجھا جاتا ہے کہ بچے کے تحفظ یا قانون کی خلاف ورزی ہے) یا وہ اسکے والدین یا برادری کے حوالے کردیں جہاں یہ تقریباً یقینی ہوتا ہے کہ اسے کسی نہ کسی طرح سزا ملے گی[149]۔ ایسی صورتحال میں ایسی شادیوں کو جائز قرار دینے کے لئے عدالتوں اور نوجوانوں میں اسلامی روایتوں کو استعمال کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیئے کیوں کے وہاں جیسے ہی بچہ یا بچی بالغ ہوتی ہے تو وہ شادی کرسکتی ہے[150]۔

بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ دیکھا گیا کہ بچپن کی شادی کی وضاحت دو صورتحال میں کی جاسکتی ہے۔ 1۔ انصاف کی حکمرانی ہو 2۔ بچوں کو ملکیت کا مالک بنایا جائے۔

(3) اسٹیٹس کو برقرار رکھنا

پاکستانی معاشرے میں عورتوں / بچیوں کی آزادی سے ایک خوف موجود ہے (اور وہ اکثر عدالت کے کمرے یا کورٹ روم میں بھی پہنچ جاتا ہے) [151]۔ یہ عام طور پر ضروری اور فائدے مند سمجھا جاتا ہے کہ سماجی اور معاشی صورتحال میں ایک نوجوان لڑکی کی اپنے آپ کو پہچانے، اپنے خیالات کو پرکھنے اور اپنی ترجیحات کو جانے اور اس کی وجہ سے اپنی آزادی کے لئے سوچنے سے پہلے ہی اس کی شادی کردی جائے۔ اسی وجہ سے لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم یا ملازمت حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ کیوں کے اس طریقے سے وہ اپنے آپ

---

[148] Sarah Zaman, Gender and Child Rights Expert, participant in LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[149] Maliha Zia (Associate Director, Legal Aid Society), Key Informant Interview, November 11, 2020, Karachi

[150] This will be discussed in detail in Section 7.

[151] Sarah Zaman and Maliha Zia, “How Much Rape Is Rape?,” in Disputed Legacies: The Pakistan Papers (Chicago: UChicago Press- Seagull Books- Zuban Books-, 2019), 155–213, 160-161.

کو معاشی طور پر سہارا دے سکتی ہیں اور وہ کسی پر انحصار کرنے یا کسی کے آگے جھکنے یا بہتر بیوی بننے سے اجتناب کرتی ہیں۔ ایسی عورتیں بچے کی پیدائش میں دیر کر سکتی ہیں یا پھر وہ بچوں کی کم تعداد چاہتی ہیں۔ ایسی عورتیں اپنے آپ کو تشدد کا شکار بننے نہیں دیتیں یا جزباتی اور جسمانی بدسلوکی برداشت نہیں کرتیں وہ اپنی نقل و حرکت خیالات یا اظہار پر پابندیاں برداشت نہیں کرتیں۔ اسی طرح اپنی آبائی رسم و رواج کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے والدین اپنے بیٹوں کی کم عمری میں شادی کر دیتے ہیں جتنی کم عمر میں بچے کی شادی ہو گی اتنا ہی کم وہ اسٹیٹس کو چیلینج کریگا اور اسکو والدین کی مرضی کے حساب سے ڈھالا جا سکتا ہے[152]۔

3.5.2 جبری مذہب تبدیلی اور / یا مذہبی پسماندگی سے بچاؤ

اقلیتی برادریوں کو عام طور پر اپنی لڑکیوں کی اپنی برادریوں میں شادی کروانے یا ان کے لیئے اپنی برادریوں سے شریک حیات چننے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تا کہ ان کو کوئی اغوا نہ کرلے۔ اور وہ اپنی ہی مذہب کی پیروی کریں یہ اس لئے یہ ہے کہ ریاستی ادارے ان کو عام طور پر تحفظ دینے میں یا ناکام ہیں یا چاہتے ہی نہیں[153]۔ یہ بھی نوٹ کرنے جیسی چیز ہے کہ مذہبی اقلیتوں کی طرف بچپن کی شادیاں ثقافتی، معاشی اور سماجی بچاؤ اور خود اختیاری کے ایک اوزار کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ تا کہ سسٹم میں موجود امتیاز سے بچا جائے[154]۔

دوسری طرف بہت مذہبی اقلیتی برادریوں میں بچپن کی شادی کو باہر کے دباؤ یا اندرونی تبدیلی سے بچاؤ کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح برادری میں اسٹیٹس کو برقرار رکھا جاتا ہے اور مختلف صنفوں اور عمروں (چھوٹوں اور بڑوں) کے بیچ طاقت کا توازن برقرار رکھا جاتا ہے۔ دوسرے ملکوں سے بھی اس روّیے کو ثابت کرنے والے شواہد ملے ہیں مثال کے طور پر امریکا میں آرتھوڈوکس

---

[152] LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[153] Reuben Ackerman, "Forced Conversions & Forced Marriages In Sindh, Pakistan," Www.Birmingham.Ac.Uk (Birmingham, UK: CIFoRB, The University of Birmingham, 2018), www.birmingham.ac.uk/Documents/college-artslaw/ptr/ciforb/Forced-Conversions-and-Forced-Marriages-in-Sindh.pdf.

[154] Menz, Sheila. "Statelessness and Child Marriage as Intersectional Phenomena: Instability, Inequality, and the Role of the International Community." California Law Review 104, no. 2 (2016): 497-543,516. Accessed January 12, 2021. http://www.jstor.org/stable/24758730.

یہودی یا ہیسی ڈک برادریاں[155]، برطانیہ میں مسلمان[156]۔ یورپ میں روما اور مسلمان[157]۔ اور پاکستان میں ہندو اور بھارت میں مسلمان[158]۔

3.5.3 عدم شہریت سے بچاؤ

بچپن کی شادی ایسے بچوں کو تحفظ دیتی ہے جن کی شہریت نہیں ہوتی اور ان کو ایک شہری کے طور پر شناخت اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہے اور / یا ان کو تعلیم روایتی نوکری یا ملازمت تک رسائی دیتی ہے۔ پولیس کی طرف سے گرفتار کرنے یا حراست میں رکھنے سے تحفظ دیتی ہے اور قانون کے حساب سے برتاؤ کرنے کا تحفظ دیتی ہے۔[159] پاکستان میں کتنے ہی لوگ ایسے رہتے ہیں جن کو شہریت حاصل نہیں ہے کچھ کو ان میں سے تسلیم کیا گیا ہے۔ جبکہ کچھ ابھی تک تسلیم نہیں کیئے گئے ہیں[160]۔ ایسی برادریاں زیادہ تر بنگالی، روہنگیا اور افغان نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں[161]۔ ایک اندازے کے مطابق ان برادریوں میں اکثریت کراچی سندھ میں رہتی ہے۔ اور اکثر کئی نسلوں سے رہ رہے ہیں[162]۔ ان برادریوں کے کوئی شناختی دستاویزات نہیں ہوتے ہیں۔ نتیجے میں ان کو ملازمت / کم سے کم معاوضہ، قانونی اور محفوظ ملازمت، قانونی طور پر تسلیم شدہ شادی، جائداد کی ملکیت، گھر، یوٹیلٹیز، صحت، تعلیم، زندگی کی بہتر

---

[155] Amy Braunschweiger, “Witness: Child Marriage in the US,” Human Rights Watch, October 28, 2020, http://www.hrw.org/news/2017/02/13/witness-child-marriage-us. ; JTA and Ben Sales, “ Why New Jersey Orthodox Jews Stalled a Bill Banning Child Marriages,” Haaretz.com (Haaretz, June 5, 2018), http://www.haaretz.com/us-news/why-new-jersey-orthodox-jews-stalled-a-bill-banning-child-marriages-1.6152985.

[156] Payzee Mahmood TEDxTalks, “A Survivor’s Plea to End Child Marriage, Payzee Mahmood, TEDxLondonWomen,” Youtube (Youtube, January 6, 2020), http://www.youtube.com/watch?v=GkH0jZPLB5M.

[157] Menz, Sheila. "Statelessness and Child Marriage as Intersectional Phenomena: Instability, Inequality, and the Role of the International Community." California Law Review 104, no. 2 (2016): 497-543,516. Accessed January 12, 2021. http://www.jstor.org/stable/24758730.

[158] 20, https://www.icrw.org/wp-content/uploads/2016/10/CHILDMARRIAGE-F-13.pdf

[159] Menz, Sheila. "Statelessness and Child Marriage as Intersectional Phenomena: Instability, Inequality, and the Role of the International Community." California Law Review 104, no. 2 (2016): 497-543,516. Accessed January 12, 2021. http://www.jstor.org/stable/24758730.

[160] Saher Baloch and Bilal Karim Mughal, The Woes of Bengalis, Burmese and Iranians of Karachi, Dawn Herald September 14, 2017;

[161] ‘[F]ive million illegal immigrants have been residing in different cities of Pakistan for more than three decades. The illegal immigrants, around two million Bangladeshis[Bengalis], 2.5 million Afghanis[Afghans] and 0.5 million other nationals including Africans, Iranians, Iraqis and Myanmar's [Rohingyas],an official said on Monday.’ "Five million illegal immigrants residing in Pakistan". Express Tribune. 16 January 2012.

[162] Irfan Aligi, 75% of illegal immigrants in the country are living in Karachi, Express Tribune December 31st, 2010.

سہولتوں کے مواقع، سماجی اور سیاسی آزادی اور تحفظ، اور عزت کے ساتھ قانون کے مطابق رویے تک رسائی نہیں ملتی[163]۔ پاکستان نے پناہ گزینوں کے حقوق کو تسلیم کرنے والے کسی عالمی معاہدے یا کنوینشن پر دستخط نہیں کیئے[164]۔ اس لئے موجودہ صورتحال میں نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کے آفیسروں کو رشوت دینے اور پاکستانی شناختی کارڈ رکھنے والی لڑکیوں سے شادی آسان طریقہ ہے اور کتنے ہی کیسوں میں اکیلا طریقہ ہے جس طرح سے آپ ایک قانونی شہری بن جاتے ہیں اور قانونی تحفظ حاصل کر لیتے ہیں۔ اسلیئے جتنی جلدی شادی کریں گے اتنی جلدی یہ سہولیات حاصل کریں گے۔ درحقیقت اس طریقہ کار کے خطرناک نتائج بھی ہیں اور یہ کبھی کبھی مکمل ناکام بھی ہو سکتی ہے۔ بچپن کی شادی عام طور پر لڑکی کی نقل و حرکت کی آزادی اور کام کرنے کی آزادی چھین لیتی ہے۔ ایسی بہت سی شادیاں رجسٹرڈ نہیں ہوتی۔ اس لیئے قانون نافذ کرنے والے ان تک نہیں پہنچ سکتے[165]۔

شادی کے وقت شہریت نہ رکھنے والی بچی جو کے دلہن بنی ہے اپنا حقیقی برتھ سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتی یا اس کے پاس ضرورت کے حساب سے شناخت کے دستاویزات بھی نہیں ہوتے[166]۔ جبکہ سندھ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ ایکٹ 2013 کے حساب سے جہاں شناختی دستاویزات موجود نہ ہوں جن سے عمر کا پتا چل سکے تو طبی معائنے کا سرٹیفکیٹ بھی دیا جا سکتا ہے[167]۔ مگر اس سے یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا نکاح خواں ڈھونڈ لیا جاتا ہے جو ضروری دستاویزات کے عدم موجودگی میں نکاح کروالے یا پھر کوئی جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوا کے دیا جائے۔

بغیر شہریت کے فرد اپنی شادی نادرہ میں رجسٹرڈ نہیں کرواسکتے یا قانون کے حساب سے مقامی یونین کونسل میں بھی رجسٹر نہیں کرواسکتے اس لئے شادی کی سماجی اور ثقافتی اہمیت ہی اس بغیر شہریت والے فرد کو زیادہ تحفظ اور قانون تک رسائی دے سکتی ہے۔

---

163 Economic and Social Research Council ‘The Informal Economy in Urban Violence: Karachi-Pakistan’, Cardiff University (2017), 31; Fierlbeck, Katherine. "Redefining Responsibility: The Politics of Citizenship in the United Kingdom." Canadian Journal of Political Science / Revue Canadienne De Science Politique 24, no. 3 (1991): 575-93. Accessed November 1, 2020.
http://www.jstor.org/stable/3229168; "Social and Economic Rights." In The Universal Declaration of Human Rights in the 21st Century: A Living Document in a Changing World, edited by Brown Gordon, by Global Citizenship Commission, 63-70. Cambridge, UK: Open Book Publishers, 2016. Accessed November 1, 2020. http://www.jstor.org/stable/j.ctt1bpmb7v.12.

164 “Pakistan regulates foreigners through the Foreigners Act of 1946. As such, all foreigners without proper documentation are subject to arrest, detention and deportation. Currently, the UNHCR is supporting Pakistan to introduce amendments to the Act entailing a definition of 'refugee* and the principle of non-refoulement.” Noor, Sanam. "Afghan Refugees After 9/11." Pakistan Horizon 59, no. 1 (2006): 59-78, 65, footnote 16. Accessed November 20, 2020. http://www.jstor.org/stable/41394381.

165 Chakraborty, Roshni, “Child Not Bride: Child Marriage Among Syrian Refugee” Harvard International Review 40, no. 1 (2019): 20-21, 21. Accessed January 12, 2021.

166 Section 4, SCMRA 2013

167 Section 4, SCMRA 2013; Rules 3&4, SCMRR 2016

شہریت نہ رکھنے والی آبادیوں میں دستاویزات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ اور ان کو صحت کی سہولیات تک بہت ہی محدود رسائی حاصل ہوتی ہے۔ (جہاں سے وہ عمر کے لیئے طبی سرٹیفکیٹ حاصل کر سکتے ہوں) اس لئے یہ بھی بہت مشکل ہے کہ بچوں کی شادیوں کو مانیٹر کیا جائے یہاں پر یہ بات اہمیت رکھتے ہے کہ بچپن کی شادیاں شہریت نہ رکھنے والی آبادی میں بھی ہوتی ہیں۔ جیسے مذہبی اقلیتوں میں بھی ثقافتی معاشی اور سماجی تحفظ اور خود اختیاری کے لئے کی جاتی ہیں تاکہ سسٹم میں موجود امتیاز سے بچا جا سکے[168]۔

4۔ تبدیلی کے محرّکات: چائلڈ میرج کے نقصان دہ نتائج

اس سیکشن میں ان اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے جن کی وجہ سے بچپن کی شادی معاشرے میں مسلسل اور ایک عام رواج بن گیا ہے۔ مگر یہاں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ عالمی طور پر اس بات پر بھی اتفاق کیا جا رہا ہے کہ بچوں کی شادیاں غلط ہیں، نقصان دہ ہیں اور ایک سماجی نفسیاتی شہری، سیاسی اور حقوق پر مبنی سوچ میں ان کو قبول نہیں کیا جاتا[169]۔ اس سیکشن میں بچپن کی شادی کے بچوں پر پڑنے والے خطرناک اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

[168] Menz, Sheila. "Statelessness and Child Marriage as Intersectional Phenomena: Instability, Inequality, and the Role of the International Community." California Law Review 104, no. 2 (2016): 497-543,516. Accessed January 12, 2021. http://www.jstor.org/stable/24758730.

[169] Article 16(2) of the Universal Declaration of Human Rights, Article 16 of the Convention on the Elimination of all Forms of Discrimination Against Women (CEDAW), The Convention on the Rights of the Child (CRC) delineates the rights of children: the right to survive, the right to develop to their fullest, the right to protection from harmful practices, abuse and exploitation, and the right to participate fully in family, cultural and social life. In signing the Convention, governments also committed to take, "all effective and appropriate measures with a view to abolish traditional practices prejudicial to the health of the children… which includes, among other practices, female genital mutilation/cutting and child marriage." "Marrying Too Young: Ending Child Marriage," 10, UNFPA, November 11, 2020, accessed November 12, 2020. https://www.unfpa.org/sites/default/files/pub-pdf/MarryingTooYoung.pdf.

4.1 سائنس: صحّت کے بابت خدشات

جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ڈبلیو ایچ او اور یو این ایف پی اے کا اندازہ ہے کہ ہر روز دنیا میں ہزاروں بچوں کی شادیاں ہوتی ہیں[170] ۔ پاکستان میں ہونے والی شادیاں میں سے 50 فیصد شادیاں ایسی ہوتی ہیں جو جب کی جاتی ہیں تو فریقین میں سے کوئی ایک 18 سال سے کم عمر کا ہوتا ہے۔[171]۔ دیہی سندھ میں شہری سندھ کی نسبت 16 سال سے پہلے بچیوں کی شادی ہونے کا عمل دگنا ہوتا ہے[172]۔

ڈبلیو ایچ او اور دیگر ماہر یہ تجویز کرتے ہیں کہ دنیا میں 15 سے 19 سال کی عمر کی لڑکیوں کے موت کا ایک بڑا سبب حمل میں ہونے والی خرابیاں اور بچوں کی پیدائش ہوتا ہے[173]۔ 19 سال سے کم عمر کی والدہ کو ہونے والے بچے کے لیئے 50 فیصد[174] یہ امکان ہوسکتا ہے کہ وہ مردہ پیدا ہو یا پھر عمر کے پہلے سال کے اندر مر جائے[175]۔ اور ایسے بچوں کے لئے قوی امکانات ہوتے ہیں کہ وہ کم وزن پیدا ہوں اور صحت کے دیگر مسائل بھی ہوں[176]۔ مزید یہ کہ کم عمر میں جنسی عمل (جس کی بچے کی شادی ہونے کے بعد واضح توقع ہوتی ہے) سے بھی ایک نو عمر لڑکی کو صحت کے مسائل ہوسکتے ہیں۔ اور اس پر شدید نفسیاتی اثرات بھی پڑ سکتے ہیں۔ لڑکیاں جن کی شادی 18 سال سے کم عمر میں ہوتی ہیں ان کو ایچ آئی وی اور دوسری جنسی طور پر پھیلنے والی بیماریاں ہونے کے خدشات ہوتے ہیں [177]۔ کم

---

[170] WHO, "WHO | Child Marriages: 39 000 Every Day," Who.int, May 21, 2014 ;

[171] Sarah Zaman, "Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan" 11, Aurat Foundation, Policy and Data Monitoring of Violence against Women in Pakistan, October 2014, https://www.researchgate.net/publication/325011498_Forced_Marriages_and_Inheritance_Deprivation_in_Pakistan.

[172] Ayesha Khan, "Child Protection System Mapping and Assessment Sindh" 16, (Karachi: Collective for Social Science Research,(2013 https://www.researchgate.net/publication/325950714_Sindh_Child_Protection_Mapping_and_Assessment.

[173] WHO, "WHO | Child Marriages: 39 000 Every Day," Who.int, May 21, 2014, https://doi.org//entity/mediacentre/news/releases/2013/child_marriage_20130307/en/index.html.

[174] According to the International Women's Health Coalition, this risk is 60%. "International Women's Health Coalition," International Women's Health Coalition, 2019 http://iwhc.org/resorces/fact-child-marriage/.

[175] Girls Not Brides, "Health - Girls Not Brides," Girls Not Brides, 2012, https://www.girlsnotbrides.org/themes/health/.; WHO, "WHO | Child Marriages: 39 000 Every Day," Who.int, May 21, 2014, https://doi.org//entity/mediacentre/news/releases/2013/child_marriage_20130307/en/index.html.

[176] Julie Freccero and Audrey Whiting, "Lessons from Research and Practice in Development and Humanitarian Sectors," 8, Law.Berkley.Edu, June 2018, https://www.law.berkeley.edu/wpcontent/uploads/2018/08/Toward-an-End-to-Child_Marriage_Report_FINAL.pdf.

[177] "Marrying Too Young: Ending Child Marriage," 11, UNFPA, November 11, 2020, accessed November 12, 2020. https://www.unfpa.org/sites/default/files/pub-pdf/MarryingTooYoung.pdf.

عمر ماں کے لئے جس کا جسم بچے کو جنم دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا، صحت کا ایک سب سے بڑا خطرہ او بسٹیڈیٹک فسٹولا ہے[178]۔(O)
فسٹولا بچے کی پیدائش کے وقت ہونے والی ایک تکلیف ہے جس میں حمل کی خرابی کی وجہ سے ایک عورت کی اندام نہانی اور اس کے مثانے یا مقعد کے بیچ میں موجود پردہ پھٹ جاتا ہے کیوں کہ بچے کی پیدائش کے وقت اس کے سر کا ان جگہوں پر بہت بڑا دباؤ پڑتا ہے۔ وہ پردہ دباؤ پڑنے سے گر جاتا ہے۔ نتیجے میں ایک سوراخ بن جاتا ہے جس کی وجہ سے اس عورت کا پیشاب یا پائخانہ یا کبھی کبھی دونوں مسلسل بہتے رہتے ہیں[179]۔

برطانیہ کے نیشنل ہیلتھ سروسز کے مطابق بلوغت پانے کے بعد تقریباً چار سال کے بعد عورت کی جسم کی ضروری نشو و نما مکمل ہوتی ہے [180]۔ لیکن پاکستان میں یا عام طور پر مسلم سماج میں ایک بچی کو پہلی ماہواری آنے کے بعد جنسی عمل اور بچے کو پیدا کرنے کے لائق سمجھا جاتا ہے[181]۔

اس کے علاوہ پاکستان میں لڑکیوں کو پیدائشی صحت یا/اور حمل روک زرائع تک رسائی نہیں ہوتی۔ اور ان کو بچہ پیدا کر کے اپنے آپ کو بانجھ نہ ہونا ثابت کرنا پڑتا ہے[182]۔ لاہور ہائی کورٹ کے ایک فیصلے میں بچوں کی شادی سے ہونے والے مختلف خطروں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"جسمانی طور پر چھوٹی عمر کی دلہن کا پیلوس بہت چھوٹا ہوتا ہے اور بچے کی پیدائش برداشت کرنے کے لائق نہیں ہوتا نتیجے میں پیدائش یا بہت جلد ہو جاتی ہے یا دیر سے ہوتی ہے جس سے ان کو مختلف تکالیف ہو سکتی ہیں۔ موت کے بڑھے ہوئے اعداد و شمار کے اسباب میں پیدائش کے بعد زیادہ خون بہنا، جسم کا سڑنا، پیدائش میں تکالیف اور ایچ آئی وی کا ہونا شامل ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کو جنسی طور پر پھیلنے والی بیماریاں ہونے یا سروائیکل کینسر ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

---

178 (O)bsteric fistula is a child birth complication due to obstructed labour when the tissues between a woman's vagina and her bladder or rectum are damaged and this tissue dies from the continuous pressure from baby's head being stuck in the birth canal. The dead tissue falls off resulting in a hole through which the woman continuously leaks urine or feaces or sometimes both, "Girls Not Brides, "Fistula, a Silent Tragedy for Child Brides," Girls Not Brides, June 12, 2013, https://www.girlsnotbrides.org/fistula-a-silent-tragedy-for-child-brides/. Girls Not Brides, "Health - Girls Not Brides," Girls Not Brides, 2012, https://www.girlsnotbrides.org/themes/health/

179 Ibid

180 Qureshi, R.N., Sheikh, S., Khowja, A. R. et. al. Health care seeking beahviours in pregnancy in rural Sindh, Pakistan: a qualitative study. Reprod Health 13, 34 (2016) http://doi.org/10.1186/s12978-016-0140-1

181 "Marrying Too Young: Ending Child Marriage," 11, UNFPA, November 11, 2020, accessed November 12, 2020. https://www.unfpa.org/sites/default/files/pub-pdf/MarryingTooYoung.pdf.

182 NHS UK, "Stages of Puberty: What Happens to Boys and Girls," nhs.uk, April 26, 2018, https://www.nhs.uk/live-well/sexual-health/stages-of-puberty-what-happens-to-boys-and-girls/#:~:text=The%20average%20age%20for%20girls.

اپنی زرخیزی ثابت کرنے کے لئے انکو اپنے کثیر ازدواج اور بڑی عمر کے شریک حیات کے ساتھ زیادہ اور غیر محفوظ جنسی عمل کرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ چھوٹی عمر کی ماں کم دودھ یا کولیسٹرم پیدا کرتی ہے۔ جس سے اس کے بچے کو انفیکشن ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ شادی کے بعد لڑکیوں کو ان کے شوہر کے گھر لایا جاتا ہے جہاں ان کو ایک بیوی، گھر و کام کاج کرنے والی بل آخر ایک ماں کا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے شوہر کثیر ازدواج بھی ہو سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ ایک بہت بری صورتحال میں پھنس جاتی ہیں اور اپنے آپ کو تنہا ٹھکرایا ہوا اور پریشان محسوس کرتی ہیں"[183]۔

4.2 اقتصادی انحصاری

ایک اور لڑکی جو ایک بچی کے طور پر بیاہی گئی ہو اس کو اپنی کمائی کی صلاحیت، معاشرتی اور معاشی لحاظ سے دوسروں پر انحصار کرنے کی وجہ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کو کام کرنے سے مکمل طور پر روکا بھی جا سکتا ہے۔ مگر " بچپن کی شادی اور لیبر فورس میں شرکت کے بیچ میں تعلق بہت الجھا ہوا ہے "[184]۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ " خاص طور پر کم آمدنی والے آبادیوں میں جہاں پر مزدوری عام طور غیر روایتی ہوتی ہے اور جہاں غربت میں جیتی ہوئی بہت ساری عورتیں گھر کا خرچہ پورا کرنے کے لئے کام کرتی ہیں۔ مگر کم پڑھی لکھی ہونے کی وجہ سے ان کی لیبر مارکیٹ تک رسائی ناممکن ہوتی ہے"۔ ایک عورت کی لیبر فورس میں شمولیت شادی سے حقیقت میں متاثر نہیں ہوتی یا اسے گھر اور بچوں کی بڑھتی ہوئے ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کام میں دھکیلا جا سکتا ہے۔ ورلڈ بینک کی جانب سے کی جانے والی ایک اسٹڈی جو کہ 15 ترقی پذیر ممالک میں کی گئی۔ یہ بتایا گیا ہے کہ "(1) بنگلادیش کو چھوڑ کے باقی اکثر ممالک میں بچی کی شادی اس کے ورک فورس میں بالغ کے مقابلے میں جانے کا زیادہ سبب بنتی ہے "[185]۔ مگر پاکستان میں اس طرح کے اعداد و شمار نہ ہونے کی وجہ سے اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ پاکستان اور بنگلادیش کی سماجی اور معاشی صورتحال دوسرے ممالک کے مقابلے میں کم و بیش ایک جیسی ہے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں بھی بچپن کی شادی کا لیبر فورس میں شمولیت سے ایک ناکاری تعلق ہو سکتا ہے۔

اگرچہ وہ لیبر فورس کے ایک حصے کے طور پر کام کر رہی ہو مگر " زیادہ زرخیزی (بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت) جو کہ بچپن کی شادی سے جڑی ہوئی ہے اس کے لیبر مارکیٹ میں کام کرنے کے وقت کو متاثر کر سکتی ہے۔ بچوں کی پیدائش کی وجہ سے ملازمت میں بار بار وقفہ آنا اور اپنی ذمے داریوں کا بوجھ بھی عورت کے ملازمت کرنے کے اقسام پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور یہ ان کو کم آمدنی والی ملازمت

---

183 Para 9, P L D 2020 Lahore 811

184 Quentin Wodon et al., "Economic Impacts of Child Marriage: (Conference Edition) June 2017, Global Synthesis Report Report," World Bank (World Bank, June 27, 2017), chrome-extension://oemmndcbldboiebfnladdacbdfmadadm/http://documents1.worldbank.org/curated/en/530891498511398503/pdf/116829-WP-P151842-PUBLIC-EICM-Global-Conference-Edition-June-27.pdf

185 Ibid

کرنے اور غیر یقینی صورتحال میں رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ بچپن کی شادی عورت کے اختیاروں اور گھر میں اس کی سودے بازی کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہے اور اس کے لیبر فورس میں جانے کے فیصلے پر بھی اثر انداز ہوتی ہے" [186]۔

اوپر دی گئی ورلڈ بینک کی اسٹڈی میں کہا گیا ہے کہ لیبر فورس میں شمولیت پر بچپن کی شادی کے اثرات بھلے کم ہوں[187]۔ مگر معاشی آزادی اور اپنی کمائی ہوئی رقم اپنی مرضی سے خرچ کرنے اور پیسوں کی بچت کرنے والے فیصلے بچپن کی شادی سے متاثر ہوتے ہیں۔

کم عمری میں شادی کرنی والی لڑکیاں گھر میں معاشی فیصلے کرنے میں کم ہی شامل ہوتی ہیں۔ مگر ان پر بچوں کی پرورش اور اس سے جڑے ہوئے اخراجات کا مزید بوجھ پڑتا ہے۔ مزید یہ کہ لیبر فورس میں ان کی شمولیت بھلے بہت حد تک متاثر نہ ہوتی ہو مگر اس پر اور ماں بننے اور گھریلو ذمے داریوں کی وجہ سے وہ پیشہ ورانہ قابلیت جو وہ حاصل کرنے کے قابل ہے متاثر ہوسکتی ہے۔ انہیں "بچوں کی شادی کی وجہ سے ہونے والی غیر معمولی آمدنی" کے طور پر لیا جاتا ہے۔" [188]۔

پاکستان میں عورتیں نادرہ کے پاس کم ہی رجسٹر ہوتی ہیں اور اکثر ان کے پاس قومی شناختی کارڈ نہیں ہوتے[189]۔ جو کہ روایتی ملازمتوں اور غیر روایتی ملازمتوں کے لیئے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ جب ایک عورت ایک بچی کے طور پر بیاہی جاتی ہے اس کے شناختی کارڈ حاصل کرنے کے مواقع کم ہوتے ہیں۔ اور وہ روایتی اور محفوظ ملازمت حاصل نہیں کر سکتی۔

اس وجہ سے، وہ عورتیں جو بچپن کی شادی کا شکار ہوتی ہیں وہ معاشی آزادی اور/یا معاشی تحفظ حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں جو اپنے آپ کو زیادہ محفوظ سمجھنے میں مددگار ہوتے ہیں اور وہ اگر یہ شادی چھوڑنا چاہیں تو طلاق اور اپنے بچوں کی حوالگی بھی نہیں لے سکتیں۔ اس لئے ان کو اس پر تشدد ماحول میں رہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ دوسری طرف ان کو وہ معاشی اور سماجی بااختیاری اور/یا آزادی نہیں ملتی جس کے ذریعے وہ اپنی اعلیٰ تعلیم یا اپنے ملازمت میں ترقی کے لئے ووکیشنل تربیت حاصل کریں اس لئے ان کو معاشی (اور سماجی) طور پر اپنے خاندان پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

پہلے تو معاشی طور پر اوپر اٹھنے کی یہ صلاحیت نہ ہونے سے وہ غربت کے ایک چکر میں پھنس کر رہ جاتی ہیں اور پھر غربت میں اپنے بچوں کو پالنے کی وجہ سے وہ انہیں تعلیمی اور دیگر مواقع بھی فراہم نہیں کرسکتیں جسکا بلا آخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچے بھی غیر روایتی، غیر

186 Ibid
187 Ibid
188 Ibid
189 "Survey Assessing Barriers to Women Obtaining Computerized National Identity Cards(CNICs)," Aceproject.Org (Washington, DC: International Foundation for Electoral Systems, February 2013), chrome-extension://oemmndcbldboiebfnladdacbdfmadadm/http://aceproject.org/electoral-advice/archive/questions/replies/277728362/962062828/IFES-PK-Survey-Assessing-Barriers-to-Women.pdf.

محفوظ اور / یا کم آمدنی والی نوکریوں میں پھنسے رہتے ہیں اور پھر ان کی بھی کم عمر میں شادی کے مواقع کے خدشات بڑھ جاتے ہیں تا کہ وہ اپنے خاندان کو معاشی بوجھ سے آزاد کر سکیں جیسا کے اوپر سیکشن 4.2 میں بتایا گیا ہے۔

اور دوسرا بچپن کی شادی عورتوں اور بچوں کو زندگی بھر کی گھریلو مزدوری میں باندھ دیتے ہیں جن میں بچوں کی پرورش کرنا، اپنے شریک حیات اور اس کے پورے خاندان کی خدمت کرنا شامل ہوتا ہے۔ اگر جہاں وہ شادی کر رہی ہے وہاں پر خاندان کی زمین یا خاندانی کاروبار موجود ہے تو وہاں اس کو بھی مزدوری کرنا پڑتی ہے جس کا کوئی معاوضہ بھی نہیں ملتا اور وہاں پر ملازمت کے کوئی شرائط بھی لاگو نہیں ہوتے[190]۔

آخر میں یہ ہوتا ہے کہ ہماری اقتصادیات پر غیر تربیت یافتہ مزدوروں کا بوجھ بڑھتا رہتا ہے۔ غیر روایتی معاشیات میں کام کرنے کی وجہ سے باصلاحیت مزدوروں کی کمی ہوتی ہے اور ایسے کاروبار بھی کم ہو جاتے ہیں جو آپ کو معاشی ترقی دلا سکیں [191]۔

دوسری طرف اگر وہ ایسے معاشی طبقے سے تعلق رکھتی ہوں جہاں اس کا خاندان اس کی آمدنی کے بغیر بھی گذارا کر سکتا ہے تو اس کو اپنی معاشی آزادی حاصل کرنے کے لئے کام کرنے سے اس کا خاندان روکتا ہے۔ اس کے پاس یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ گھر کے باہر ملازمت کر سکتی ہے یا نہیں[192]۔ مزید یہ کہ پاکستان میں بچپن کی شادی کا عام مطلب یہ ہوتا ہے کہ بچی کی تعلیم شادی کے وقت یا اس سے پہلے روک دی جاتی ہے۔ کچھ عورتیں (جو سماجی، معاشی طبقاتی درجہ بندی میں اعلی طبقے سے تعلق رکھتی ہیں) وہ زیادہ بہتر تعلیم کے مواقع حاصل کر سکتی ہیں۔ نتیجے میں وہ شادی کے بعد سماجی طور پر محفوظ ہوتی ہیں مگر یہ ہر جگہ ایک سا نہیں[193]۔ مزید یہ کہ اگر ایک

---

190 Antra Bhatt and Ginette Azcona, "Unpaid Care and Domestic Work: We're Not All in the Same Boat | UN Women Data Hub," data.unwomen.org, May 2020, https://data.unwomen.org/features/unpaid-careand-domestic-work-were-not-all-same-boat.; "Redistribute Unpaid Work," UN Women, 2019, https://www.unwomen.org/en/news/in-focus/csw61/redistribute-unpaid-work.; Ruth Messinger and Seth Earn, "Child 'Marriage' Is Child Labour," The New Humanitarian, June 12, 2017, https://www.thenewhumanitarian.org/opinion/2017/06/12/child-marriage-child-labour.

191 Quentin Wodon et al., "Economic Impacts of Child Marriage (Conference Edition) June 2017 Global Synthesis Report". 85, World Bank (World Bank, June 27, 2017), chrome-extension://oemmndcbldboiebfnladdacbdfmadadm/http://documents1.worldbank.org/curated/en/530891498511398503/pdf/116829-WP-P151842-PUBLIC-EICM-Global-Conference-Edition-June-27.pdf.

192 Y Zaidi et al, "Women's Economic Participation and Empowerment: Status Report 2016," UN Women | Asia and the Pacific (Islamabad: UN Women, 2016), https://asiapacific.unwomen.org/en/countries/pakistan/wee/wee-participant.; Saad Gul, "Women's Economic Empowerment," The Express Tribune, August 14, 2020, https://tribune.com.pk/story/2259530/womens-economic-empowerment-1.

193 Sarah Zaman points out that in some north African countries, educational opportunities may increase for rural women who may more to cities or generally for women after they are married. However, this does not appear to be the case in contemporary Pakistan. LAS Consultation on the

عورت کے بچے ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی ملازمت شاید جاری نہ رکھ سکے کیوں کہ وہ گھریلو ذمہ راریوں ار میں زیادہ وقت دینے لگتی ہیں اور یہاں پر بچوں کی پرورش کے لئے محفوظ اور کسی اور کی طرف سے مدد کے مواقع نہیں ہوتے خاص طور پر ان کے لئے جو متوسط طبقے سے تعلق نہیں رکھتیں۔

4.3 نقصانات کا تسلسل: [194]شادی اور بچپن کے آگے

بچپن کی شادی کا نقصان شادی پر ختم نہیں ہوتا وہ بچپن کا خاتمہ بھی ہوتا ہے اس کے کتنے ہی جسمانی، جنسی، نفسیاتی اور معاشی نقصانات ہیں جیسے اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

ایک کم عمر دلہن بچی ہونے کی وجہ سے ایک زبردستی والی صورتحال میں ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی جسمانی بااختیاری یا اس کے شہری اور سیاسی حقوق، انصاف یا اسکا تعلیم کا حق، صحت اور دیگر حاصل کرنے میں ناکام ہوتی ہیں۔

یہ رپورٹ کیا گیا ہے کہ کم عمر کی دلہنیں 50 فیصد سے زیادہ گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہیں ان کے ساتھ ازدواجی عصمت دری بھی ہوتی ہے اور ان سے زبردستی جنسی تعلقات قائم کئے جاتے ہیں جن کے لئے وہ رضامند نہیں ہوتیں۔ نتیجے میں وہ جسمانی اور نفسیاتی مسائل کا سامنا کرتی ہیں۔ اگر ایک بچی کے ساتھ تب جنسی عمل کیا جائے جب اس کا جسم اس کے لئے تیار نہ ہو اور خاص طور پر اس کی مرضی کے خلاف تو اس سے بہت سارے صحت کے مسائل پیدا ہوتے ہیں جیسے اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ کم عمر کی دلہن پر اپنی زرخیزی ثابت کرنے کے لئے دباؤ بڑھ سکتا ہے جیسے اوپر بتایا گیا اور بچے کا جنم بھی صحت کے متعدد مسائل پیدا کر سکتا ہے اور 19 سال سے کم عمر کی ماں کے لئے قاتل بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

یہاں پر کتنے ہی نفسیاتی صحت کے مسائل ہیں جن میں عصمت دری کے خیالات اضطراب، ذہنی دباؤ اور پوسٹ ٹرامانک اسٹریس ڈس آرڈر (پی ٹی ایس ڈی) بھی شامل ہیں ان کے علاوہ بھی مسائل ہو سکتے ہیں[195]۔

Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

[194] Sarah Malkani, "Ending Impunity for Child Marriage in Pakistan: NORMATIVE AND IMPLEMENTATION GAPS, "8, Reproductiverights.org (New York, NY, USA: Center for Reproductive Rights, 2018), http://www.reproductiverights.org/sites/crr.civicaction.net/files/documents/64785006_ending_impunity_for_child_marriage_pakistan_2018_print-edit-web.pdf.

[195] Daro, Deborah. "A Shift in Perspective: A Universal Approach to Child Protection." The Future of Children 29, no. 1 (2019): 17-40. Accessed November 14, 2021. https://www.jstor.org/stable/26639554.; Reitsema, A. M., and H. Grietens. "Is Anybody Listening? The Literature on the Dialogical Process of

ان ذہنی اور جسمانی مسئلوں میں گھری ہوئی ماؤں کے یہاں جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان پر کم توجہ دی جاتی ہے اور اس طرح ان کو کتنے ہی معاشی اور نفسیاتی مسئلے ہو سکتے ہیں اور ان کو صحت کے مسائل بھی ہو سکتے ہیں[196]۔

اس طرح کے مسائل سے خاندان میں صحت کے حوالے سے زیادہ اخراجات ہو جاتے ہیں مزید یہ کہ کم عمر کی دلہن کو تعلیم اور اپنے پیشہ ورانہ ترقی کے کم مواقع ملتے ہیں۔ جن سے وہ (اور اس کا خاندان) کم آمدنی اور معاشی بدحالی کا شکار ہو سکتی ہیں۔ اور وہ اپنے بچوں کی تعلیم کا خرچہ نہ اٹھا سکتی ہے نہ ان کی تعلیم کے لیئے حوصلہ افزائی کر سکتی ہے[197]۔

موجودہ قانون (ایس سی ایم آر اے) جسکا نیچے سیکشن 5 میں تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔ وہ صرف کسی کو پولیس یا جوڈیشنل میجسٹریٹ تک ایک بچے کی شادی کے حوالے سے رپورٹ کرنے کی راہ دیتا ہے مگر ایک متاثر بچی یا اس کا کوئی نزدیکی عام طور پر رپورٹ کرنے کے قابل نہیں ہوتا اگر وہ رپورٹ کر بھی دیں تو کوئی بھی سرگرم چائلڈ پروٹیکشن یونٹ موجود نہیں اور نہ ہی کوئی ایسے شیلٹرز ہیں جہاں وہ عورتیں اور بچے تحفظ کے ساتھ رکھیں جائیں اور ان کی بحالی ہو جو بچپن کی شادیوں سے نکالے گئے ہیں۔

ایک چونکانے والی بات یہ بھی ہے کہ عدالت کے سامنے صرف ایک بالغ درخواست دے سکتا ہے اس لئے بچی کے پاس کیوں کہ قومی شناختی کارڈ نہیں ہوتا (جو کہ 18 سال کی عمر کے بعد دیا جا سکتا ہے) اس وجہ سے کم عمری والی دلہن خلع یا طلاق لینے کے لیے[198]۔ یا اپنے بچے کی حوالگی یا گھریلو تشدد سے بچاؤ کے لئے عدالت تک نہیں جا سکتی)۔ گھریلو تشدد (پروینشن اینڈ پروٹیکشن ایکٹ 2013) اس کے لئے اس کو اپنی طرف سے درخواست دینے کے لئے کسی دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ عام روایت یہ ہے کہ ایک سرپرست یا نزدیکی دوست ایک بچی کی طرف درخواست فائل کرتا ہے[199]۔ یہ ہوتے ہوئے بھی کہ مسلم پرسنل لا اس معاملے میں فوقیت رکھتا ہے۔ مگر کچھ عدالتوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ 18 سال سے کم عمر کے فرد سیدھے عدالت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔" ایک مسلم

Child Sexual Abuse Disclosure Reviewed." Trauma, Violence & Abuse 17, no. 3 (2016): 330-40. Accessed January 14, 2021. doi:10.2307/26638129.

[196] Watkins, Daphne C., Chavella T. Pittman, and Marissa J. Walsh. "The Effects of Psychological Distress, Work, and Family Stressors on Child Behavior Problems." Journal of Comparative Family Studies 44, no. 1 (2013): 1-16. Accessed January 14, 2021. http://www.jstor.org/stable/43613072.; Isaac Youcha. "Long-Term Psychological and Physiological Consequences of Trauma in Childhood Revisited: Implications for the Group Therapist's Use of Methods and Styles of Leadership." Group 37, no. 1 (2013): 41-56. Accessed January 14, 2021. doi:10.13186/group.37.1.0041.

[197] Kruttschnitt, Candace, Jane D. McLeod, and Maude Dornfeld. "The Economic Environment of Child Abuse." Social Problems 41, no. 2 (1994): 299-315. Accessed January 14, 2021. doi:10.2307/3096935.; Naana Otoo-Oyortey, and Sonita Pobi. "Early Marriage and Poverty: Exploring Links and Key Policy Issues." Gender and Development 11, no. 2 (2003): 42-51. Accessed January 14, 2021. http://www.jstor.org/stable/4030639.

[198] Where the right of divorce is unilaterally exercised by the woman.

[199] Luke Victor, Human Rights Legal Associate, LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

بھلے اس کی عمر 18 سال سے کم ہو مگر بلوغت حاصل ہونے پر وہ شادی، حق مہر اور طلاق کے حوالے سے کسی قریبی دوست کے سوائے بھی درخواست دے سکتی ہے[200]۔

سماجی اور معاشرتی نقصانات کے حوالے سے عالمی منظر نامے میں بچپن کی شادی کے معاملے کو بچوں کی جسم فروشی سے بھی جوڑا جاتا ہے۔

"اگرچہ بچپن کی شادی عزت اور عصمت کے روایتی حوالوں میں اپنی جڑیں رکھتی ہے مگر اس عمل میں بچوں کی جنسی اسمگلنگ اور جسم فروشی سے کافی مماثلت ہے۔ یہ دونوں باتیں بھلے متضاد نظر آئیں کیوں کہ ان کی نجی، سماجی زندگی اور حکومتی قوانین میں الگ جگہ ہے مگر دونوں میں کسی انجانے مرد سے جنسی تعلق کو تسلیم کیا جاتا ہے اور کچھ دانشمندوں کی نظر میں بچپن کی شادی کو چائلڈ پروسٹیٹیوشن پر اخلاقی طور پر پردہ ڈالنے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چائلڈ پروسٹیٹیوشن اور کم عمر کی شادی دونوں میں ہی ایک "گاہک" اور ایک "فراہم کرنے والے" کے بیچ میں معاشی لین دین ہوتی ہے۔ کئی جگھوں پر دلہن کی قیمت دولہے کی جانب سے دلہن کے خاندان کو دی جاتی ہے یا پھر جہیز کی رسم جو عام طور پر دلہن لیکر آتی ہے۔ دونوں صورتوں میں بچی کو اس لین دین سے دور رکھا جاتا ہے اور بہت ہی کم اس کی ان پیسوں تک رسائی ہوتی ہے۔ دوسرا یہ دونوں معالوں میں بچی کی رضامندی نہیں لی جاتی جو بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ (بچی کو بیچنا) جنسی غلام میں یا طوائف کے طور پر یا اس کو کم عمر کی دلہن کے طور پر زبردستی کے جنسی عمل میں دھکیلنا جس میں ان کی واضح رضامندی نہیں ہوتی. ان کی آزادی ختم کی جاتی ہے۔ آجر کی طرف سے یا شوہر کی طرف .... جن کو ان کے عمل اور بات چیت پر مکمل اختیار ہوتا ہے۔ بچپن کی شادی کی صورت میں بچوں کو ان کے شوہروں کے ساتھ نہ صرف شادی کے حوالے سے باندھا جاتا ہے پر طلاق کو غلط سمجھنے والے سماجی رویے بھی ان کو باندھتے ہیں" ۔[201]

جبکہ شادی یا اسی طرح بچپن کی شادی ایک تحفظ کا طریقہ ہو سکتی ہے مگر جیسے اوپر بیان کیا گیا وہ شادی کرنے والے فریقین اور ان کے بچوں کو بہت سی کمزوریوں کا شکار بناتی ہے کم عمر کی دلہنیں 50 فیصد سے زیادہ گھریلو تشدد معاشی بدسلوکی، جبری مزدوری، جنسی تشدد اور دوران حمل موت کا شکار ہوتی ہیں۔ ان کے بچے بھی یہ سب برداشت کرتے ہیں۔

"ایک شادی شدہ فرد کی زندگی تکلیف دہ ہے۔ ایسا ایک عورت نے ایک شادی کی تقریب کے دوران اچانک کہا۔ وہ دراصل اس پریشان کن صورتحال کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ شادی ریاست اور چرچ کی جانب سے کرائی جاتی ہے مگر وہ افراد کو بڑے خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ مقامی طور پر یہ سمجھا جانا کہ شادی خطرناک ہو سکتی ہے صرف استعاراتی طور پر

---

[200] Paragraph 18, P L D 2020 Lahore 811

[201] Menz, Sheila. "Statelessness and Child Marriage as Intersectional Phenomena: Instability, Inequality, and the Role of the International Community." California Law Review 104, no. 2 (2016): 497-543,516-17. Accessed January 12, 2021. http://www.jstor.org/stable/24758730.

نہیں ہے۔ پر وہ ان جذبات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ شادیاں تین قسم کے ممکنہ موت تک لے جاتی ہیں، روحانی، سماجی اور جسمانی"[202]۔

4.4 قانون کے اصول اور صنفی برابری

جیسے کے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ صنعتی انقلاب سے پہلے والے وقتوں میں، بچوں اور بیویوں کو ریاست کے دائرہء کار میں نہیں سمجھا جاتا تھا۔ وہ ذاتی ملکیت سمجھے جاتے تھے اور وہ والد / شوہر کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ مگر جیسے جیسے ریاستوں کا ڈھانچہ موجودہ جدید ریاستی ڈھانچے میں تبدیل ہوا اور دنیا کے اکثر جمہوریتوں میں آئینی طریقہ کار کو اختیار کیا گیا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے مطابق تمام شہریوں، خاص طور پر خواتین کو انصاف تک رسائی کے لئے اور قانون کے حساب سے سلوک کرنے کے حوالے سے ایک جیسے حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔

" سر ولیم بلیک اسٹون نے کنورچر کے نظریئے کی وضاحت اس طرح کی ہے: شادی کی بدولت، شوہر اور بیوی قانون کی نظر میں ایک فرد ہیں۔ یعنی، شادی کے بعد عورت کے وجود کو معطل کر دیا جاتا ہے، اور شوہر کو استحکام حاصل ہو جاتا ہے جس کے زیرِ بازو اور زیرِ حفاظت وہ کام کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے ہمارے فرانسیسی قانون میں اسے ایک عجیب غلاف کہا جاتا ہے"۔ ایمی لوئس ایرکسن نے اپنی جامع تحقیق شدہ کتاب میں لکھا ہے " عام قانون کے تحت شادی کے دوران ایک عورت کی قانونی شناخت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ لہذا اس حیثیت میں نہ وہ کوئی معاہدہ کر سکتی تھی نہ ہی اپنے شوہر کے خلاف آزادانہ طور پر مقدمہ کر سکتی تھی نہ ہی اس کے خود کے خلاف کوئی مقدمہ دائر کیا جا سکتا تھا۔ جو جائیداد وہ شادی کے بعد جہیز کے طور پر لاتی تھی وہ بھی اس کے شوہر کے کنٹرول میں چلی جاتی تھی۔ شادی شدہ خواتین کے پراپرٹی ایکٹ 1882 کی منظوری کے بعد، عورت کو ایک مخصوص حیثیت ملی، اس ایکٹ کے مطابق، " کسی بھی حقیقی یا ذاتی ملکیت کو اس کی علیحدہ جائیداد کی حیثیت سے، کسی کی مداخلت کے بنا، وصیت، یا استعمال کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ " ریاستہائے متحدہ امریکا میں بھی شادی شدہ خواتین صورتحال کچھ ایسی ہی تھی وہاں بھی ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ ایلینوئس کی سپریم کورٹ کی طرف سے ایک شادی شدہ عورت کی ملازمت کی حیثیت کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی: " یہ ناممکن ہے کہ ایک شادی شدہ عورت اپنی جائیداد پر مکمل اختیار رکھ سکے جیسے کہ وہ اکیلی ہو۔ نہ ہی اسے شادی منسوخ کرنے کی آزادی حاصل ہے"۔ اس قانونی زیادتی پر کڑی تنقید کی گئی۔ الیزبیتھ کیڈی اسٹینٹن نے اپنے اعلامیے برائے احساسات میں درج کیا۔ " عورت پر مرد کی طرف سے ہونے والے ظلم و ستم"۔ " اس نے اسے قانون کی نظر میں مردہ بنا دیا ہے۔ اس نے اس سے اس کی

[202] Mayblin, Maya. "Death by Marriage: Power, Pride, and Morality in Northeast Brazil." The Journal of the Royal Anthropological Institute 17, no. 1 (2011): 135-53, 135. Accessed December 3, 2020. http://www.jstor.org/stable/23011575

جائیداد کے تمام حقوق چھین لئے ہیں یہاں تک کہ اس کی مزدوری تک۔۔۔ اس طرح کے ہر کیس میں یہ قانون، ہر صورت میں، مرد کی بالادستی کے جھوٹے فرضی دعوے کرتا ہے اور تمام طاقت مرد کو دے دیتا ہے"[203]۔

اس کے بعد ریاستیں عورتوں اور بچوں کے تحفظ اور بہتری میں زیادہ سے زیادہ سرمائے کاری کرنے لگیں۔[204] آہستہ آہستہ، پچھلی صدی کے دوران بچوں کا تحفظ صنفی برابری، ایک شہری کے طور پر عورت اور مرد سے برابری کا سلوک ریاستوں کے اہم اصول بن گئے[205]۔ وہ عالمی برادری مختلف دستاویز جیسے انسانی حقوق کے عالمی میثاق (یو ڈی ایچ آر) شہری اور سیاسی حقوق کے عالمی کنوینشن (آئی سی سی پی آر) معاشی سماجی اور ثقافتی حقوق کے عالمی کنوینشن (آئی سی ای ایس سی آر) کے حوالے سے ایک جیسے سمجھے جانے لگے۔ کوئی بھی قوم جو باشعور ریاستوں کی عالمی برادری کا حصہ بننا چاہتی ہو تو اس کو ان عالمی اصولوں کو اختیار کرنا ہوتا ہے اور ان کو اپنے ملک میں لاگو کرنا پڑتا ہے۔

پاکستان نے بھی عالمی اصولوں کے مطابق (یوڈی ایچ آر)، (آئی سی سی پی آر)، (آئی سی ای ایس سی آر)، (سی آر سی) اور (سی ای ڈی اے ڈبلیو) کے ساتھ معاہدے کئے ہیں۔[206]

آئین پاکستان 1973 کے تحت عورتیں اور مرد برابر کے شہری ہیں[207]۔ اور ان کو عوامی زندگی[208]۔ تعلیم[209] ملازمت[210]۔ محفوظ اور صحتمند زندگی۔ قانون کے مطابق سلوک کرنے[211] کے برابر مواقع حاصل ہیں۔ 1973 کا آئین بچوں کو بھی کتنی ہی گارنٹی دیتا ہے جس میں خاص طور پر برابری غیر امتیازی سلوک، 16 سال کی عمر تک تعلیم[212]۔ غلامی اور جبری اور/یا کم عمری کی مزدوری سے

---

[203] Para 10, 11, Order dated: 07.02.2020, passed by the Honourable Supreme Court of Pakistan, in Civil Petitions No. 154 and 155 of 2019; William Blackstone, Commentaries on the Laws of England(Volume 1, Oxford University Press, 1765) p. 442; Amy Loise Erickson, Women and Property in Early Modern England (London and New York : Routledge, 1993) p. 24; Elizabeth Cady Stanton, A History of Woman Suffrage (Vol. I Rochester, New York: Fowler and Wells, 1889).

[204] Phillippe Aries, Centuries of Childhood: A social History of Family life (New York: Vintage Books, 1962)

[205] Phillippe Aries, Centuries of Childhood: A social History of Family life (New York: Vintage Books, 1962)

[206] Human Rights Treaty Bodies UN, " Ratification Status for Pakistan, " UN Treaty Body database (United Nations, 2020) , http://tbinternet.ohchr.org/_layouts/15/TreatyBodyExternal/Treaty.aspx?CountryID=131&Lang=EN.

[207] Article 25, Constitution of Pakistan, 1973

[208] Article 26, Constitution of Pakistan, 1973

[209] Article 25A, Constitution of Pakistan, 1973

[210] Article 27, Constitution of Pakistan, 1973

[211] Article 9 and 14, Constitution of Pakistan, 1973

[212] Article 25,26 and 25A, Constitution of Pakistan, 1973

تحفظ شامل ہیں[213]۔ 1973 کے آئین کے تحت جو امید افزا اصول اور پالیسیاں بنائیں گئی ان میں بچوں کا غیر محفوظ ملازمتوں سے تحفظ [214]عورتوں کی قومی زندگی میں شمولیت [215]اور خاندان کا تحفظ [216]شامل ہیں۔

4.5 پاکستان میں قوانین کا دہرا معیار

پاکستان کے آئین کے مطابق، پاکستان ایک جدید لبرل جمہوری ریاست اور ایک اسلامی جمہوریہ ہونے کی امید کرتا ہے [217]ریاست کے ان میں سے کسی بھی طریقے کے لئے اس کو عورتیں اور بچوں کو کچھ حقوق اور کچھ ضمانتیں دینا ہونگی تا کہ ریاست کی بالادستی قائم ہو۔ (مگر اس میں دور کاوٹیں ہیں)۔

پہلی یہ کہ پاکستان کا 1973 کا آئین متوازی طور پر (لبرل) جمہوریت [218]اور اسلامی جمہوریہ [219]کے تصورات کا ذکر کرتا ہے۔ یہ دونوں تصورات اس وقت تک کچھ حد تک ساتھ چل سکتے ہیں جب تک ان میں سے کسی ایک تصور (لبرل جمہوریت یا اسلامی جمہوریہ) کو نافذ نہیں کیا جائے گا۔ مگر جب کوئی ایک تصور زیادہ زور کے ساتھ نافذ کیا جانے لگے گا تو پھر ان دونوں میں ٹکراؤ پیدا ہو گا[220]۔ بچپن کی شادی والا معاملہ بھی ان دونوں تصورات میں ٹکراؤ کا سبب ہے۔ ایک طرف پاکستان کا ریاستی قانون ہے جو بچپن کی شادی کو روکتا ہے اور پاکستان نے عالمی لبرل خیالات جو کہ یو ڈی ایچ آر، چائلڈ رائٹس کنونشن (سی آر سی) اور عورتوں سے ہر قسم کے امتیاز کے خاتمے کا کنونشن (سی ای ڈی اے ڈبلیو) میں موجود ہیں ان کو تسلیم کرتا ہے اور دوسری طرف وہ بچپن کی شادی کو قانونی طور پر یکدم ختم نہیں کرتا۔ کیوں کہ عوام کی اکثریت، علماء، عدلیہ اور قانون لاگو کرنے والوں کا یہ خیال ہے کہ کسی بچی جس کو ماہواری آئی ہوئی ہو کے ساتھ شادی (یا ماہواری آنے سے پہلے بھی) اسلامی طور پر جائز ہے[221]۔ لہٰذا اگر بچپن کی شادی کو اصولی اور حقیقی طور پر ختم کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی جائے تو ریاست کو بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں پر آپکا ایک تصور

---

[213] Article 11, Constitution of Pakistan, 1973
[214] Article 37, Constitution of Pakistan, 1973
[215] Article 34, Constitution of Pakistan, 1973
[216] Article 35, Constitution of Pakistan, 1973
[217] Article 7, read with Chapter I & II (Articles 8-40), and Articles 2 and 2A, Constitution of Pakistan, 1973
[218] Article 7, read with Chapter I & II (Articles 8-40), Constitution of Pakistan, 1973
[219] Articles 2 and 2A, Constitution of Pakistan, 1973
[220] Faisal Siddiqi, Advocate Supreme Court of Pakistan, Interview dated: 18th October 2020
[221] It must be pointed out, again, that the lack of jurisprudential evolution that this evidenced in this Islamic teaching is neither universal nor necessary. The extremely bare bones explanation for this is that the development of Islamic jurisprudence, which is inherently responsive and open to change, was stopped arbitrarily near the 13th Century, presumably for the consolidation of power and maintenance of status quo. Just as interpretations of childhood and marriageability have evolved with evolving economies, societies and human bodies, in different parts of the world, as can the Islamic jurisprudence qualify its view on child marriage. Several feminist readings of Islamic jurisprudence have already pointed this out.

دوسرے تصور کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے اور وہاں پر آئین اور ریاست ملک میں ممکنہ طور پر پیدا ہونے والی امن امان کی صورتحال کے سامنے کتناڈٹ سکیں گے۔

تاہم، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اور بھی بہت سارے حقوق ہیں، جو خواتین کے لئے اسلام کی طرف سے ضمانت ہیں، جو ان کو کسی ایسی بچپن کی شادی کی قید میں نہیں رکھ سکتے۔ مثال کے طور پر:

"مردوں کو ان کی کمائی سے فائدہ ہو گا اور خواتین کو ان کی کمائی سے فائدہ ہو گا۔ قرآن مجید ایک دوسرے کی جائداد لینے سے بھی منع کرتا ہے "ایک دوسرے کی جائیداد کو مت کھاؤ (یا کھایا کرو)"۔ عورتوں کا وراثت میں حصہ بھی خاص طور پر ہے طے شدہ، جو عورت میراث میں حاصل کرتی ہے وہ اس کا اور اس کا تنہا ہے، نہ ہی اس کے شوہر، والد، بھائی یا بیٹے کو اس کا کوئی حق حاصل ہے۔ کسی عورت کو بھی اپنی جائداد تصرف کرنے یا جائیداد کے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک شوہر اور بیوی، جو دونوں سرکاری ملازم تھے، نے حکومت کے دفتر کے ایک میمورنڈم کو چیلنج کیا تھا جس میں شوہر اور بیوی کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں کیا گیا تھا۔ وفاقی شرعی عدالت نے امتیازی سلوک اور اسلام میں شادی شدہ عورت کی حیثیت سے متعلق سوالات اور جامع قرآن مجید کی متعدد آیات کا حوالہ کرنے کے بعد جامع طور پر شرکت کی: "ان آیات نے کمائی، مالکیت اور مالکانہ حقوق کے واضح طور پر تصدیق کی ہے۔ مرد اور خواتین سب اسی طرح سے اور ایک بار پھر زور دیتے ہیں اور ایک بار پھر کہ کسی کو بھی کسی وجہ سے اس کے واجب الادا حصص سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں اپنی خدمات کی بنیاد پر اپنے ذاتی حصص کا یکساں طور پر حقدار ہیں، ہر فرد کے فرائض فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس ریس میں ہر ایک بغیر کسی تفریق کے ایک دوسرے کے برابر ہے۔ اس طرح ہر ایک کے حقوق کسی بھی طرح سے جمع نہیں کیے جاتے، اس کی خلاف ورزی، اور کمی نہیں کی جانی چاہئے۔ "وفاقی شریعت عدالت کا موقف ہے کہ، اسلامی اصولوں میں سے ایک اصول برابری کا قانون ہے۔ تمام لوگ، خواہ ان کی صنف، شریک یا مسلک سے قطع نظر"۔ عدالت نے مزید تفصیل سے یہ مشاہدہ کیا، کہ: "یہ برادرانہ اور مساوات ایک وسیع پیمانے پر ہے اور یہ نہ صرف شکل کا معاملہ ہے بلکہ یہ حقیقت میں بھی معاملہ ہے کہ قانون کے سامنے مساوات اور قانون کے مساوی تحفظ پر زور دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں، شارع کوئی بات نہیں کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کے شہریوں کے مابین تفریق۔ ہمیں کسی بھی بنیاد پر ایک شخص اور دوسرے کے مابین انصاف کی انتظامیہ میں امتیازی سلوک کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا ہے۔ سماجی اور قانونی نقطہ نظر میں، کسی بھی انسان کو کسی بنیادی حق سے انکار یا محروم نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بھی گروہ کو کسی بھی خاص گروہ کے لئے اس کی دولت، حیثیت ذات یا رنگ یا کسی بھی دوسرے حصے کے بیرونی خیال پر محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قانون سے مساوات اور قانون کا مساوی تحفظ ایک بنیادی اصول ہے جو سنہری راگ کی طرح چلتا ہے۔ اسلام کے تمام ارادے۔ " اسلام میں عورت کے مقام کے مابین ایک کھائی موجود تھی جو ایک صدی قبل تک یورپ اور امریکہ میں رائج تھی جہاں شادی کے

وقت ایک بیوی اپنی جائداد سے محروم رہ گئی تھی، جہاں اس کے شوہر کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اس کے ساتھ جو مرضی کرے"۔[222]

دوسرا معاملہ یہ ہے کہ اپنی رٹ کو بحال کرنے اور / یا برقرار رکھنے اور تشدد کے اوپر اپنی بااختیاری ثابت کرنے کے لیئے ریاست پاکستان کو (الف) اپنی آئینی ضمانتوں کو استعمال کرتے ہوئے قانون کی حکمرانی قائم کرنی ہوگی (ب) قانون سازی، قانون نافذ کرنے اور انصاف کے متوازی سرشتے کو ختم کرنا ہوگا[223]۔ ریاست کو اپنی رٹ کو برقرار رکھنے کے لئے آزاد اور پیداواری شہریوں کی ضرورت پڑے گی جن کو 1973 کے آئین کے تحت شہری، سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگی اور ان شہریوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیئے عدلیہ تک رسائی بھی حاصل ہوگی۔ مگر یہ پہلے بھی اس تحقیق میں محسوس کیا گیا ہے کہ دیہاتی علاقوں میں رہنے والی عورتیں اور بچے وہاں کی ثقافتی روایتوں، روایتی قوانین اور انصاف کے اداروں جیسے جرگا یا فیصلہ اور دیگر کے یرغمال ہوتے ہیں۔ یہ متوازی روایتی طریقے زیادہ تر ریاست اور اسکی آئینی ضمانتوں سے درست نہیں کئے جاسکتے تحریر کریں یا نہیں لیکن بچپن کی شادی کا یہ معاملہ پاکستان میں ریاست کی رِٹ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

5۔ قانونی طریقہ کار: سندھ چائلڈ میرج ری اسٹرینٹ ایکٹ 2013

سندھ کے صوبے میں سندھ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ ایکٹ 2013 (ایس سی ایم آر اے) پاس کیا گیا ہے اور اس میں شادی کی کم سے کم عمر لڑکی کے لئے 16 سے بڑھا کر 18 سال کی گئی ہے۔ اور اس کو لڑکوں کی شادی کی کم سے کم عمر کے برابر لایا گیا ہے۔ 2016ء میں سندھ حکومت نے سندھ چائلڈ میرج ری سٹرنٹ رولز 2016 (ایس سی ایم آر آر) بھی بنائے۔ جس بہتر انداز میں بچپن کی شادی کو قانون (ایکٹ اور رولز) میں بیان کیا گیا ہے وہ اوپر بیان کی گئی حقیقتوں سے میل نہیں کھاتا۔ جیسے زمان اور ضیاء نے لکھا ہے کہ

---

[222] Parah 13, -15, Order Dated: 07.02.2020, passed by the Honourable Supreme Court of Pakistan, in civil petitions No. 154 and 155 of 2019; Al-Qur'an, Surah An-Nisa(4) verse 32 ; Al-Qur'an, Surah An-Nisa(4) verse 29; Al-Qur'an, Surah An-Nisa(4) verses 7,11 and 12; Al-Qur'an, Surah Al-Baqarah(2), verse 240; Al-Qur'an, Surah Al-Baqarah(2) verse 143, Al-Qur'an, Surah Al-Imran (3) verse 171, Al-Qur'an, Surah An-Nisa(4) verse 32, Al-Qur'an, Surah Al-Kahaf(18) verse 30 and Al-Qur'an, Surah Az-Zumar(39) verse 70; Sahih Bukhari, Sahih Muslim, Sunan Abu Dawud, Sunan Al-Tirmidi, Sunan Al-Nisai, and Sunan Ibne Majah; Kazim Hussain v Government of Pakistan, PLD 2013 Federal Shariat Court 18, pg. 36-39.

[223] Farah Zia and Nazish Brohi, "'Laws Are a Critical Starting Point' | Special Report | Thenews.Com.Pk," www.thenews.com.pk, November 27, 2016, https://www.thenews.com.pk/tns/detail/562198-laws-critical-starting-point.; Nazish Brohi, "Women, Violence and Jirgas: Consensus and Impunity in Pakistan" (Islamabad, Pakistan: National Commission on Status of Women, 2017).

زِنا کے حوالے سے بچپن کی شادی میں بھی قدر سماج اور قانون میں مختلف ہیں[224]۔ یہ جاننے کے لئے کہ اس کو بچپن کی شادی کے حوالے سے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے ایس سی ایم آر اے اور اسے ملحقہ قوانین کو سمجھنا ضروری ہے۔

5.1 بچوں کی شادی کیا ہے؟

ایس سی ایم آر اے کے سیکشن 2 (الف) بتاتا ہے کہ ایک بچہ وہ مرد یا عورت ہے جس کی عمر 18 سال سے کم ہے۔ ایس سی ایم آر اے کا سیکشن 2 (ب) کہتا ہے کہ بچپن کی شادی ایسی شادی ہے جس میں فریقین میں سے کوئی ایک بچہ ہے۔ اس قانون میں (1) بچپن اور بالغ ہونے کے بیچ والی نوجوانی کے وقفے کے بارے میں نہیں بتایا گیا ہے جب ایک نوجوان کچھ فیصلے جیسے کہ جنسی رضامندی (عمر 16 سال) یا رضاکارانہ طور شادی کے فیصلے کر سکے۔ (2) بچپن کی شادی کے مختلف قسموں جیسے اس تحقیق کے سیکشن 1، 2 اور 3 میں بیان کیا گیا ہے اس کے بیچ میں فرق واضح نہیں کیا گیا۔ اور (3) یہ نہیں بتایا گیا کہ کیا شادی متفقہ ہے یا نہیں اور کس صورتحال میں وہ متفقہ ہو سکتی ہے (جس کے تفصیل اوپر سیکشن 2 میں بیان کیئے گئے ہیں) اور / یا کیا اس قسم کی شادی کو جبری شادی سے الگ سمجھا جائے گا۔

5.2 بچوں کی شادی کے لئے کون ذمے دار ہے؟

ایس سی ایم آر اے کا سیکشن 3 بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی بالغ مرد کسی بچی سے شادی کرتا ہوا پایا جاتا ہے تو اس کو کم سے کم دو سال کی سزا ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ایس سی ایم آر اے کا سیکشن 4 کہتا ہے کہ کوئی جو بچپن کی شادی کرتا، کرواتا، ہدایت دیتا یا کسی طریقے سے اس میں حصہ لیتا ہوا پایا گیا تو اس کو سخت قید کی سزا دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے لیکن وہ دو سال سے کم نہیں ہو گی اور ان پر جرمانہ بھی ہو گا۔ جب تک کے وہ یہ ثابت نہ کر دے کے اس کے پاس وہ اسباب موجود تھے کے وہ یہ سمجھے کہ یہ شادی بچپن کی شادی نہیں تھی۔ ایس سی ایم آر اے کا سیکشن 5 کہتا ہے والدین یا سرپرست کو ذمے دار سمجھا جائے گا اور ان کو بچپن کی شادی رکوانے میں کوتاہی برتنے کا مرتکب سمجھا جائے گا جب تک کے وہ یہ ثابت کریں کہ ایسا صحیح نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین سے لیکر شادی کرانے والے مولوی / پنڈت / پادری سے لیکر گاؤں کے بڑوں اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ ایس سی ایم آر اے کے رول 3 میں خصوصی طور پر نکاح کروانے والے فرد کی جانب سے شادی کرنے والے دونوں فریقین کی کم سے کم عمر معلوم کرنے بابت کہا گیا ہے۔ اس قاعدے کے مطابق نکاح خواں کو دونوں فریقین کے شناختی کارڈ کی تصدیق شدہ نقلیں لگانے یا شناختی کارڈ نہ ہونے کی صورت میں عمر بتانے والا میڈیکل سرٹیفکیٹ نکاح نامہ کے ساتھ لگانے کا کہا گیا ہے اور یہ

[224] Sarah Zaman and Maliha Zia, "How Much Rape Is Rape?," in Disputed Legacies: The Pakistan Papers (Chicago: UChicago Press- Seagull Books- Zuban Books-, 2019), 155–213, 157.

بھی ضروری ہے کہ شادی کرنے والے دونوں فریقین اور میڈیکل سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے فرد کو نکاح نامہ کے ساتھ لگانے کے لئے ایک قسم نامہ بھی دینا ہوگا جس میں وہ یہ لکھیں گے کہ دونوں فریقین شادی کے لائق عمر کے ہیں۔

5.3 بچوں کی شادی کی رپورٹ کیسے کی جائے ؟

ایس سی ایم آر اے کی سیکشن 7 اور ایس سی ایم آر آر کے رول 5 میں کہا گیا ہے کہ عدالت کو ایک درخواست دی جاسکتی ہے اور عدالت دوسری طرف کو سننے کے بعد اگر شادی ابھی تک نہ ہوئی ہو تو اس کو رکوانے کا حکم دے سکتی ہے۔ اور دوسری صورت میں عدالت کیس کو سنے گی اور سیکشن 9 میں کہا گیا ہے کہ عدالت یہ شنوائی 90 دنوں کے اندر مکمل کرے گی۔

ایس سی ایم ایچ آر آر کے رول 6 میں کہا گیا ہے کہ شکایت پولیس کو بھی کی جاسکتی ہے۔جو معاملے کی جانچ کرنے کی پابند ہوگی۔ رول 8 میں کہا گیا ہے کہ ایسا کرتے وقت فوجداری ضابطہ اخلاق پر عمل کیا جانا چاہیئے۔

یہ ضروری ہے کہ دو یا دو سے زیادہ ایف آئی آر درج کروائی جائیں۔ بچوں کی شادی کے لئے ایک ایف آئی آر نجی طور پر درج کرنی ہوگی جس پر صرف جوڈیشل مجسٹریٹ ہی مقدمہ چلا سکتا ہے۔ جو ایس سی ایم آر اے 2013 کے سیکشن 6 کے تحت مقرر کیا گیا ہے۔ پھر، دوسرا، اس سے منسلک یا ہم آہنگ جرائم، جیسے اغوا، اس کی بھی ایف آئی آر درج کروانا ہوگی۔ اغوا اور زیادتی (جس میں پاکستان پینل کوڈ، 1860 کی دفعہ 359 سے دفعہ 377 تک محدود ہے لیکن ان سے وابستہ جرائم ذیل میں دفعہ 7 میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں)، جو سیشن کورٹس کے ذریعے قابلِ سماعت ہیں۔ متبادل طور پر، پولیس کا انوسٹی گیشن آفیسر جوڈیشنل مجسٹریٹ کے سامنے دو الگ چالان پیش کر سکتا ہے اور سیشن کورٹ کے ذریعے قابل سماعت جرائم کے چالان کی درخواست دائر کر سکتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اسی جرم کے لئے دو مختلف ایف آئی آر درج نہیں کی جاسکتیں[225]۔ تاہم، جب بچی کی شادی ہوتی ہے تو متعدد مختلف جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جیسے عصمت دری کا جرم، اور بچپن کی شادی کا جرم دو الگ الگ جرائم ہیں، جب جسمانی طور پر دخول ہوتا ہے تب شادی کو تقویت ملتی ہے۔

دیئے گئے منظر نامہ میں وکلا نے بھی جرائم میں فرق کیا ہے اور بچیوں کی بچپن کی شادی کے خلاف نجی شکایت درج کرانے اور نابالغ کے ساتھ زنا کی الگ ایف آئے آر درج کرانے میں مدد کی۔ اس طریقے سے وہ دو مختلف جرائم کو ابتداء سے ہی الگ کرتے ہیں اور مئجسٹریٹ کی جانب سے ایف آئے آر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے پر انحصار نہیں کرتے[226]۔ مگر پہلے تو یہ کہ ایک عام شہری جس کے پاس پولیس تک پہنچنے سے پہلے یا عدالت میں درخواست داخل کرنے کے وقت کوئی وکیل موجود نہیں ہوتا ان کو عدالتی سسٹم کے

---

[225] Article 13, Constitution, 1973

[226] Luke Victor, Human Rights Legal Associate, LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

ان مسائل کے بارے میں علم نہیں ہوتا اور پولیس آفیسر بھی عام طور پر ایسے معاملوں میں لاپرواہ ثابت ہوئے ہیں اور وہ شکایت کنندہ کو صحیح رہنمائی نہیں دیتے۔ دوسرا یہ کہ جب ایک نجی شکایت داخل ہوتی ہے تو شکایت کنندہ کو شروعاتی شواہد مہیا کرنے کا اضافی بوجھ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کیوں کہ یہ پولیس کی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ ایسے پرزوں سے معاملے کی جانچ کرے اس لیئے دو الگ ایف آئے آر داخل کرانا زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ یہ متاثر کو دو مختلف کیسوں کی پیروی کرنے اور آگے چل کر شادی کو ختم کرانے کے لیئے تیسرے کیس کی پیروی کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

زنا ریاست خلاف ایک جرم ہے اور جوابدار کے خلاف ریاست کی جانب سے قانونی چارہ جوئی کی جائے گی بھلے متاثر اس کیس کی پیروی کرنا چاہتا ہو یا نہیں۔ "جب ایک فرد پولیس اسٹیشن آتا ہے اور کسی جرم ہونے کے حوالے سے بیان دیتا ہے پولیس پر لازم ہے کہ وہ اس فعل کو ریکارڈ کرے اور اس کے بعد تمام مندرجات کا جائزہ لے کہ آیا کوئی قابلِ شناخت جرم ہوا ہے۔ عدالت اور قانون نافذ کرنے والے افسران کے بعد کی کاروائی کے معاملے میں قابلِ شناخت اور ناقابلِ ادائیگی جرائم کو کارروائی کے حساب سے الگ کریں گے مطلب یہ کہ ایک قابلِ اعتنا جرم پر مجسٹریٹ کے وارنٹ کے بغیر بھی گرفتاری ہو سکتی ہے۔ جبکہ غیر معرفت جرم میں مجسٹریٹ کی جانب سے لکھت میں دیئے گئے اور تصدیق شدہ وارنٹ پر بھی گرفتاری ہوتی ہے عصمت دری ایک قابلِ اعتنا جرم ہے[227]۔ دوسری طرف بچپن کی شادی والے کیس میں ایسا درست نہیں ہے اور وہ آخر تک جاری رکھا جاتا ہے یا نہیں یہ شکایت کنندہ ، متاثر اور اس کے خاندان کی مرضی پر ہے۔ اور یہ کہ جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بچپن کی شادیوں کے کیس میں گرفتاریاں وارنٹ کے بغیر نہیں ہو سکتیں مگر بچی کو قانونی طور پر حفاظتی تحویل میں لینا چاہیئے۔

موجودہ قانون کے تحت ایک بچہ خود بچپن کی شادی کو رپورٹ نہیں کر سکتا اسے اطلاع دینے میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو ایک بے سہارا بچے یا ان کے دوست یا خاندان کے بے اختیار فرد کو بھگتنا پڑتی ہیں ایک بے سہارا بچی اس کے دوستوں یا خاندان کے بے اختیار فرد کے لئے یہ تقریباً ناممکن ہے کہ وہ پولیس اسٹیشن تک پہنچے یا عدالت میں درخواست دیں۔ رپورٹ کرنے کی یہ صورتحال پاکستانی معاشرے کے بنیادی حقیقتوں سے بالکل بے بہرا ہے جس میں عورتوں اور بچوں کو خاندان کے بڑے، خاندان یا پڑوسیوں یا برادری کے علم میں لائے بغیر پولیس اسٹیشن تک جانے یا عدالتوں میں درخواست دینے سے روکا جاتا ہے جنہوں نے اس شادی کا بندوبست کیا ہو یا کروا رہے ہوں۔ مزید یہ کہ اگر شکایت کرنے والا ان پڑھ ہے اور کسی دور دراز گاؤں میں رہنے والا ہے اور/ یا ٹرانسپورٹ کا بندوبست کرنے کی مالی حیثیت نہیں رکھتا تو وہ کورٹ میں درخواست دینے اور/ یا پولیس اسٹیشن تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی ضمانت نہیں ہے کہ شکایت کرنے والا یا وہ بچہ جس کی شادی ہو رہی ہے اس کو شکایت کرنے کے بعد حفاظتی تحویل میں لیا جائے گا اور اسکو کسی تحفظ کی یقین دھانی کرائی جائے گی۔ ٹیلیفون ہیلپ لائن جہاں پر زبانی شکایت کی جا سکے اور چائلڈ پروٹیکشن سروس یا شیلٹر ہومز جو بچے اور/ یا شکایت کرنے والے کی بچپن کی شادی کی رپورٹ کرنے کے

[227] 21, Ayesha Khan & Sarah Zaman, The Criminal Justice System and Rape.

بعد حفاظت کر سکیں کی غیر موجودگی میں بچپن کی شادی کی رپورٹ کرنا ان کے لئے نہایت خطرناک ہو جاتا ہے اور / یا شکایت کرنے والوں کو خاندان والوں یا برادری سے خطرناک نتائج بھگتنا پڑ سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ شکایت کرنے والے موجودہ طریقہ کار میں صرف ایک مرد ہی فائدہ لے سکتا ہے جو آزادی سے نقل و حرکت کر سکتا ہے اور عوامی جگہوں تک پہنچ سکتا ہے یا / اور وہ عورتیں جو کسی حد تک اختیار رکھتی ہوں اور ان کی کوئی حیثیت ہو۔ نتیجے میں عام طور پر جو بچپن کی شادیوں کے کیس رپورٹ ہوتے ہیں وہ والدین یا بڑوں کی جانب سے ہوتے ہیں جب بچے اپنی مرضی سے شادی کرتے ہیں۔

5.4 کیا ایک بچے کو بچپن کی شادی یا اس کے بعد ہونے والے خطروں سے بچایا جاسکتا ہے؟

ایس سی ایم آر آر کا اصول نمبر 8 کہتا ہے کہ ایک بچہ جس کی شادی ہوئی ہے یا جس کی شادی ہونی ہے اس کو لازمی طور پر پولیس حراست میں لینا چاہیئے اور 24 گھنٹوں کے اندر کورٹ کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ خاص طور پر تب جب بچی کا اصل مذہب اس کے شریک حیات یا ہونے والے شریک حیات والا نہ ہو۔ اگر یہ بچی اپنے والدین کے ساتھ رہی ہو، جن کے بارے میں یہ شک نا ہو کہ وہ اس عمل میں شریک ہیں یا شادی کروا رہے ہیں یا اس کی حمایت کر رہے ہیں تو اس کو اپنے والدین کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جائے مگر اس معاملے کو 24 گھنٹے کے اندر اندر عدالت میں رپورٹ کرنا چاہیئے۔

مزید یہ کہ ایس سی ایم آر آر کے رول نمبر 9 کے تحت، پولیس پر لازم ہے کہ وہ بچی کی تلاش کرے اگر شکایت عدالت کو کی گئی ہے اور عدالت نے بچی کے لئے وارنٹ جاری کئے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک بچی کو تحویل میں لیا جاتا ہے اور اسکو عدالت کے سامنے یکدم پیش نہیں کیا جاتا اور اگر شادی کرنے والے فریقین کے مذہب میں فرق ہے تو ان کو لازمی طور پر کسی چائلڈ پروٹیکشن ادارے میں ایس سی ایم آر آر کے رول نمبر 10 کے تحت عارضی تحویل میں رکھا جائے۔

اصول 2 (بی) میں چائلڈ پروٹیکشن انسٹیٹیوٹ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ حکومت کی طرف سے یا کسی رجسٹرڈ رضاکار تنظیم کی طرف سے چلائی جانے والی سہولت جو بچے کو سائبان، سنبھال، تحفظ اور بحالی مہیا کرے۔ بچے کو رکھنے کی جگہ کو راز میں رکھا جائے اور اسے اپنے والدین، سرپرست اور اسے شادی کرنے والے سے ملنے دیا جائے اگر وہ بچی اس پر مکمل اور آزاد طور پر رضامند ہو۔

مگر اس وقت حکومت یا حکومت کی طرف سے منظور شدہ شیلٹرز یا اداروں کا کوئی نیٹ ورک موجود نہیں ہے جو بچے کو اپنی تحویل میں لے اور اس کو تحفظ اور کسی جذباتی یا جسمانی ٹراما سے بحالی دے جو کہ بچی کو لاحق ہو۔ مزید یہ کہ اگر شکایت کنندہ خود بچی نہیں ہے مگر وہ خطرے کی زد میں ہے تو ایسی کوئی قانونی سہولت نہیں ہے جو ان کو بچپن کی شادی رپورٹ کرنے کے بعد ہونے والے خطرات سے بچا سکے۔

5.5 بچپن کی شادی کے کیس کیسے چلتے ہیں ؟

ایس سی ایم آر اے کے سیکشن 6 میں کہا گیا ہے کہ صرف جوڈیشل مجسٹریٹ یا فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کی عدالت ہی اس ایکٹ کے تحت کیس لے سکتی ہے یا سن سکتی ہے۔ پاکستانی عدالتوں کے کتنے ہی فیصلوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچپن کی شادی کے کیس سننے والے جوڈیشل مئجسٹریٹ یا فرسٹ کلاس کی عدالت کو فیملی کورٹ کے طور پر کام کرنا ہوگا اور ان کی اولین ذمہ داری بچی کی بہتری کو لازمی بنانا ہوگی[228]۔

اگر 16 سال سے کم عمر کی بچی کی بچپن کی شادی ہوتی ہے تو ایک نابالغ کے زنا کا بھی الزام لگے گا۔ پاکستان پینل کورٹ 1860 (پی پی سی) کا سیکشن 375 کہتا ہے کہ جنسی رضامندی کی عمر کم سے کم عمر 16 سال ہے [229]اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ 16 سال سے کم عمر کے فرد کی جانب سے جنسی عمل کی رضامندی ظاہر بھی کی گئی ہو مگر 16 سال سے کم عمر کے فرد کے ساتھ جنسی عمل زنا سمجھا جائے گا۔ اس قانونی شک میں شادی کے لئے کوئی استثنٰی نہیں ہے کہ نکاح کی موجودگی یا غیر موجودگی میں زنا کے چارجز نہیں لگائے جائیں گے اگر 16 سال سے کم عمر میں جنسی تشدد ہوں۔

اگر پہلے، جوابدار ایک نکاح نامہ (میرج سرٹیفکیٹ) مہیا کرتا ہے، تو عدالت جوابدار کو زنا کے الزام سے الگ کر سکتی ہے جب تک کہ کسی شک کے بغیر یہ ثابت ہو جائے کے نکاح جبری طور پر ہوا تھا[230]۔ دوسرا یہ کہ زنا ایک ایسا جرم ہے جو صرف سیشن کورٹ میں سنا جاسکتا ہے اس لئے اگر 16 سال سے کم عمر کی بچی کے بچپن کی شادی کا کیس پولیس کے سامنے رپورٹ ہو تو اس میں پی ٹی سی کے سیکشن 375 کے تحت 16 سال سے کم عمر کی بچی کے ساتھ زنا کا قلم بھی لگے گا۔ اگر فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) میں دونوں سیکشن 375 پی پی سی اور ایس سی ایم آر اے لگائے گئے ہوں تو ایف آئی آر کو جس مئجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ اس کو دو حصوں میں تقسیم کرے گا اور دو مختلف کیس دو مختلف عدالتوں میں سنے جائیں گے [231]۔ مگر ایسے کتنے ہی واقعات رپورٹ ہوئے ہیں جہاں پر ایف آئے آر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو الگ شنوایاں کرنے کے بجائے جج نے ایف آئے آر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایک یا دوسرے جرم کو ختم کر دیا[232]۔

---

[228] P L D 2020 Lahore 811; Section 17 & 20, Family Courts Act, 1964; Section 12 & 17, Guardian & Wards Act, 1890

[229] Sarah Zaman and Maliha Zia, "How Much Rape Is Rape?," in Disputed Legacies: The Pakistan Papers (Chicago: UChicago Press- Seagull Books- Zuban Books-, 2019), 155–213.

[230] P L D 2020 Islamabad 28; P L D 2013 Lahore 243

[231] Section 190, 192, 193 CrPC. See also 180, 182, 187 CrPC

[232] Luke Victor, Human Rights Legal Associate, LAS Consultation on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, October 28, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

ایسی صورتحال کو نظر میں رکھتے ہوئے پولیس کے پاس دو مختلف ایف آئے آر درج کرانی چاہیئے جن کے مطابق جرائم کی شنوائی ہو۔ ایک بچپن کی شادی کے لیئے اور دوسری اغوا یا زنا (جن کا نیچے سیکشن 7 میں تفصیلی ذکر کیا گیا ہے) جیسے جرائم کے لئے جو کہ پاکستان پینل کورٹ 1890 کے تحت سیشن کورٹ میں سنا جائے گا۔ موجودہ قانون یہ بھی کہتا ہے کہ ایک جرم کے لیئے دو مختلف ایف آئے آر داخل نہیں ہوسکتیں[233]۔ یہاں پر یہ سمجھنا اہم ہے کہ زنا کا جرم اور بچپن کی شادی کا جرم دو مختلف جرائم ہیں۔ زنا کب ہوتا ہے جب جسمانی دخل اندازی ہو اور بچپن کی شادی تب ہوتی ہے جب شادی کروائی جائے۔ (مطلب کہ وہ عمل میں نہیں ہوتی)۔

مزید یہ کہ ایس سی ایم آر اے خود شادی کو باطل نہیں کرتا اور ایسا کوئی رپورٹ کیا ہوا فیصلہ نہیں ہے جو ایس سی ایم آر اے کے تحت ہوا ہو اور اس میں بچپن کی شادی کو باطل یا ختم قرار دیا گیا ہو۔ سی ایم آر اے 1929 کے فیصلوں کے تحت اخذ کئے گئے قوانین کہتے ہیں کہ جب مختلف ذمے دار فریقین کو سزا دی جاتی ہے تو ایک نابالغ کے ساتھ کی گئی شادی خود بہ خود ختم نہیں ہوتی۔ جب تک کہ بچی ابھی تک بلوغت کو نہیں پہنچی[220]۔ اسلئے اس قسم کی شادی کو الگ شنوائی کے ذریعے ختم کیا جائے گا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بچپن کی شادی کے قانون کے خلاف واضح اکثریت ایسے کیسوں کی ہے جو لڑکی کے والدین یا سرپرست کی جانب سے داخل کرائے گئے جب لڑکی نے گھر سے بھاگ کر شادی کی۔ اس لئے کیسوں سے اخذ کیئے گئے قوانین جبری شادی کے سوال کو شاذونادر ہی جواب مہیا کرتے ہیں۔ شادیوں کو جائز قرار دینے میں عدالتیں عام طور پر عورت کی آزاد، بااختیاری کے سوال کو دیکھتی ہیں اور ان کو ریلیف فراہم کرتے ہوئے شادیوں کو جائز قرار دیتی ہیں۔ اس طریقے سے حقیقی جبری شادیوں کے کیسوں کے حوالے سے راستہ بہت مشکل ہو گیا ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو عدالت میں پیش کرتے ہیں۔

اس لئے جب تک عدالتی معاملہ حل ہو بچپن کی شادی اور اس کے نتیجے میں ہونے والے جنسی تشدد کے حوالے سے متاثرہ لڑکی کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ زنا کے کیس اور بچپن کی شادی کے کیس میں سے کس کو وہ آگے بڑھانا چاہتے ہیں یا دونوں کو مختلف سمتوں میں چلانا چاہتے ہیں۔

5.6 کیا جبری مذہب تبدیلی کے کیسوں کے بارے میں کوئی خصوصی اقدامات لئے جاسکتے ہیں؟

ایس سی ایم آر آر ایک بچی جس کی دوسرے مذہب میں شادی کا خدشہ ہو اس کو حفاظتی تحویل میں لیکر چائلڈ پروٹیکشن انسٹیٹیوٹ میں رکھا جائے۔ مطلب کہ وہ یہ تصدیق کرتا ہے کہ مذہبی اقلیتوں کی بچیوں کو زیادہ خطرہ ہے جیسے اوپر بیان کیا گیا۔

ایس سی ایم آر آر ایسی بچیوں کے کیسوں کو آگے بڑھانے کے لئے خصوصی طریقہ کار دیتا ہے۔ ایس سی ایم آر آر کا رول 13 بہت واضح طور پر کہتا ہے جب ایک بچی کی دوسرے مذہب میں شادی کا خطرہ ہو تو اس حوالے سے خصوصی انتظام کرنے چاہیئں۔ جن میں

---

[233] P L D 2013 Lahore 243; 1988 CLC 113 Lahore

شامل ہے کہ کیس کسی دوسری جگہ پر سنا جائے۔ بچی کی رہائش مخفی رکھی جائے۔ ان کے بیانات وغیرہ عدالتی کمرے سے باہر لئے جائیں۔ بچی کو پولیس پروٹیکشن دی جائے اور اس کیس کو کسی دوسری جورسڈکشن میں تبدیل کیا جائے اگر ضرورت ہو اور دیگر۔

مگر مسیحی رہنما پاسٹر غزالہ کہتی ہیں کے ان میں سے کسی بات پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اقلیتوں کی بچیاں بہت بھیڑ والے کھلے ہوئے عدالتی کمروں میں لائی جاتی ہیں اور ان کے تحفظ کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا جس وجہ سے ان کو شنوائی کے دوران پہلے اور بعد میں دھمکیاں دی جاتی ہیں [234]۔

5.7 اگر عدالت ان کے حق میں فیصلہ دے تو پھر اس کے بعد بچے کے ساتھ کیا ہوتا ہے ؟

بچپن کی شادی کے نتیجے میں بچیوں کی تکالیف ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں۔ اس وقت بھی جب اس کو شادی سے آزاد کر دیا جائے۔ جب کسی لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے تو پھر اس کو استعمال شدہ مال سمجھا جاتا ہے جس کی دوسری شادی کے لیئے مارکیٹ ویلیو نسبتاً کم ہو جاتی ہے [235]۔ اس کو اب مزید بچی کے طور پر نہیں لیا جاتا کیوں کہ وہ اپنی معصومیت کھو چکی ہے [236]۔ اگر وہ حمل سے ہو گئی یا اسے جنسی طور پر پھیلنے والی کوئی بیماری لاحق ہو گئی تو اس کے لئے اسے طبی امداد کی ضرورت پڑے گی اور اس کو واپس اپنے گھر میں خوش آمدید نہیں کہا جاتا۔ اس امر سے ہٹ کر کہ وہ اپنے ہی والدین کے جانب سے زبردستی شادی میں دھکیلی گئی یا اس نے بھاگ کر شادی کی۔ اگر وہ اغوا بھی کی گئی ہو پھر بھی اسے ایک داغدار ذمے داری سمجھا جاتا ہے جب وہ گھر کو لوٹ آتی ہے۔ اس کو مستقبل غیر یقینی ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل طریقوں سے ان خدشات کو روکنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

رول 18 میں کہا گیا ہے کہ متاثر لڑکی کی رازداری کے لیئے اس کی شناخت اور دوسرے تفصیلات ظاہر نہیں کیئے جائیں گے مزید رول 19 میں کہا گیا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو ایسی بچی کو چائلڈ پروٹیکشن ادارے کی تحویل میں لیا جائے گا یا عدالت اس کے لئے کوئی سرپرست یا کوئی فرد مقرر کر سکتی ہے جو جب تک وہ 18 سال کی ہو جائے اس کی نگرانی کرے۔ عدالت بچی کو جہاں وہ پہلے رہی ہے ان حدود سے باہر حفاظتی تحویل میں بھیج سکتی ہے اس حالت میں اس علاقے کی عدالت کو رول 20 کے تحت اس کی تحویل کی نگرانی کرنی پڑے گی۔ مزید یہ کہ سیکشن 22 کے مطابق ایسی بچی کے والدین اس کے خرچے ادا کریں گے۔

---

234 LAS Research on the Implementation of the Sindh Child Marriage Restraint Act, 2013: Validation Workshop & Consultation, November 20, 2020, Legal Aid Society, Virtual Meeting.

235 Sarah Zaman and Maliha Zia, “How Much Rape Is Rape?,” in Disputed Legacies: The Pakistan Papers (Chicago: UChicago Press- Seagull Books- Zuban Books-, 2019), 155–213

236 Carpenter, Belinda, Erin O’Brien, Sharon Hayes, and Jodi Death. "Harm, Responsibility, Age, and Consent." New Criminal Law Review: An International and Interdisciplinary Journal 17, no. 1 (2014): 23-54. Accessed January 9, 2021. doi:10.1525/nclr.2014.17.1.23.

یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ابھی تک کوئی ایسا عمل نہیں کیا گیا ہے اور چائلڈ پروٹیکشن یونٹس خود غیر فعال ہیں۔ مزید یہ کہ اگر ایک بچی کو ایسے اداروں میں رکھا جاتا ہے یا ان کو 18 سال کی عمر ہونے تک حفاظتی تحویل میں رکھا جاتا ہے تو اگر ان کے پاس کوئی ہنری تربیت یا تعلیم یا رہنے کے لیئے جگہ وغیرہ نہ ہو تو 18 سال کی عمر ہونے کے بعد وہ اپنے آپ کو آزاد نہیں رکھ سکتی مزید یہ کہ اگر اس کے پاس پرورش کے لئے اپنا بچہ بھی ہے تو پھر وہ خود اپنے بل بوتے پر زندہ نہیں رہ سکتی اس کے لئے ریاستی اداروں کی واضح امداد چاہیئے ہو گی۔

5.8 کونسے بنیادی تحفظات بچے کی شادی کو روک سکتے ہیں)جو کہ موجود نہیں ہیں(؟

بچپن کی شادی کے قانون، خصوصی طور پر ایس سی ایم آر آر میں کتنی ہی ایسے شقیں موجود ہیں کہ اگر ان کو لاگو کیا جائے تو صورتحال کو بہت حد تک بہتر ہو سکتی ہیں۔ مگر اس قسم کی شقین لاگو کرنے کے لئے نہ تو کوئی پیسہ رکھا گیا ہے نہ ہی اس کے لئے سیاسی عزم ہے اور نہ ہی اداروں میں اس کی صلاحیت ہے۔

اس لیے جو صورتحال موجود ہے وہ اس طرح ہے رول 23 کہتا ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن انسٹیٹیوٹس کی سندھ چلڈرن ایکٹ 1955 اور اس کے رولز کے تحت نگرانی کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد رولز 24 اور 34 کہتے ہیں کہ بچپن کی شادیوں کے حوالے سے ایک نمائندہ صوبائی مانیٹرنگ کمیٹی بنی چاہیئے اور وہ ایس سی ایم آر اے اور ایس سی ایم آر آر کو لاگو کرنے کو یقینی بنانے کے لیئے تحقیق، نگرانی اور وقت کے ساتھ بہتری کے لیئے کام کرے گی۔ اور اپنی سالانہ رپورٹ میں اپنی سرگرمیوں کو ریکارڈ کرے گی۔

مزید یہ کہ 35 سے 45 تک رولز کہتے ہیں کہ سندھ کے ہر ضلع میں وومین ڈوولپمینٹ ڈپارٹمنٹ کے جانب سے ڈسٹرکٹ مانیٹرنگ کمیٹیز بنائیں جائیں گی اور ان کمیٹیوں کو سہولتیں فراہم کرنے اور ان کی نگرانی کے لئے وومین ڈولپمینٹ ڈپارٹمنٹ میں ایک الگ ڈیسک قائم کیا جائے گا۔

ابھی تک بچپن کی شادی پر نہ تو صوبائی مانیٹرنگ کمیٹی یا ضلعی مانیٹرنگ کمیٹیاں اور نہ ہی وومین ڈولپمینٹ ڈپارٹمنٹ حکومت سندھ میں الگ ڈیسک قائم کیا گیا ہے۔ ناہی سندھ چلڈرن ایکٹ 1955 کی نگرانی میں کوئی فنکشنل چائلڈ پروٹیکشن ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

6 ۔ بچوں کی شادی کے معاملات کمرہ ءعدالت میں کیسے سمجھے اور چلائے جاتے ہیں ؟

ابھی تک موجود کیس لاءز کے مطابق بچپن کی شادیوں کے معاملے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے سامنے چار مختلف طریقوں سے رکھے گئے ہیں۔

- ملزم بچے کی پیشی کے لئے پروانہ حاضری مجرم پٹیشن جو کورٹ میں داخل کی گئی ہو تا کہ اس کو اس کے والدین یا شوہر کے حوالے کیا جائے جو سیکشن 492 کرمنل پروسیجر کوڈ 1898 کے تحت مبینہ کم عمر کی دلہن کے والدین یا شوہر کی جانب سے داخل کرائی گئی ہو [237]۔
- پاکستان پینل کوڈ 1890 سیکشن 364 (اے)(اغوا یا 14 سال سے کم عمر کے کسی فرد کو زبردستی لے جانا)، 365 (کسی فرد کو خفیہ جگہ غلط مقصد کے لئے رکھنے کے لئے اغوا کرنا یا زبردستی لے جانا)، 365 (بی)(کسی عورت کو شادی کے لیئے مجبور کرنے کے لیئے اغوا کرنا یا زبردستی لے جانا) 366(اے)(کسی نابالغ لڑکی کی دلالی کرنا) کے تحت جرم کی شکایت درج کروانا[238]۔
- پاکستان پینل کوڈ 1890 کے سیکشن 375 کے تحت زنا کے جرم کی شکایت درج کرانا[239]۔ یا
- ایس سی ایم آر اے 1929 کے تحت شکایت کرنا[240]۔

حقیقت یہ ہے کہ (الف) اس رپورٹ کے لکھنے تک ایس سی ایم آر اے 2013 کے تحت رپورٹ شدہ کوئی بھی کیس پاکستان کے لا جرنلز میں موجود نہیں (ب) جو کیس لا موجود ہیں یہ بتاتے ہیں بچپن کی شادی کا ذکر والدین کی جانب سے کیا جاتا ہے جب وہ اپنی مرضی سے شادی کرنے والی اپنی بیٹیوں کے خلاف شکایت درج کرواتے ہیں اور(ت) بچپن کی شادی کے باقی رہے ہوئے کیس ایسے والدین کی جانب سے درج کروائے گئے جنہوں نے اپنی بچی کی زبردستی مذہب تبدیلی کے حوالے سے شکایت درج کروائی ایسے تمام فیصلوں جو بچپن کی شادی کے حوالے سے رپورٹ کیئے گئے ان میں سے کوئی ایک بھی کیس ایسا نہیں جس میں کم عمر کی بچیوں کو ان کے والدین یا بڑوں کی جانب سے بیاہا گیا اور انہوں نے عدالت تک رسائی حاصل کی۔ یہ بہت ہی حیران کن ہے کیوں کہ قانون کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون حقیقت میں والدین سرپرستوں یا بڑوں کی جانب سے کم عمر کی اولاد کی شادی کو روکنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ سیکشن نمبر 5 میں اوپر بتایا گیا ہے کہ پولیس یا جوڈیشنل مجسٹریٹ کو شکایت کی جا سکتی ہے۔ سندھ کے بہت سے دور دراز علاقوں میں، جہاں والدین یا بزرگوں کی مرضی سے بچوں کی شادیاں عام ہیں، وہاں ایک پوسٹ بوکس تک نہیں ہے اور تعلیم اور شعور کی کمی کی وجہ سے اس بات کا کوئی امکان موجود نہیں ہے کہ کوئی بچہ، عورت یا ہمدرد بالغ بھی اپنی شکایت پوسٹ کرنے کے قابل ہونگے۔

---

[237] 2006 Y L R 2936 Lahore; 2006 YLR 2936 LAHORE; 1975 PCRLJ 1049 KARACHI; 1970 PCRLJ 1035 SUPREME COURT; P L D 1970 Supreme Court 323
[238] 2018 P Cr. L J Note 175 Lahore; 2015 P Cr. L J 193 Balochistan; due to the concurrent crimes commited in addition to child marriage, such cases could also be registered under Section 359-377 of the PPC, 1860.
[239] P L D 2020 Islamabad 28; P L D 2013 Lahore 243
[240] P L D 2013 Lahore 243; 2008 Y L R 1595 Karachi; 2008 YLR 1595 KARACHI; 1988 CLC 113 LAHORE;
1970 PLD 323 SUPREME COURT; 1964 PLD 630 DHAKA; 1962 PLD 442 KARACHI

مزید یہ کہ، اہم سوال جس کا ججوں کو ضرور جواب تلاش کرنا چاہیئے کے ان کے سامنے بچپن کی شادیوں کو کے صرف وہ کیس پیش کئے جاتے ہیں جن میں بچوں نے اپنی مرضی سے (والدین کی مرضی کے خلاف) شادی کی یا / اور کچھ جبری مذہب تبدیلی کے مثال بھی تو ان میں سے رضامندی کیسے ظاہر کی جائے ؟

رضامندی کے سوال کے سلسلے میں، معزز وفاقی شرعی عدالت نے درج ذیل طور پر انعقاد کیا:

8۔ لہذا، ملزم / اپیل کنندہ کی استدعا کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے محترمہ پروین اختر نے اپنی آزادانہ رضامندی کے ساتھ ملزم / اپیل کنندہ کے ساتھ نکاح کیا، جو کہ زنا بالجبر کے دائرے میں نہیں آتا۔ میں نے اس معاملے کو ہر پہلو سے بغور دیکھا ہے۔ اگرچہ ملزم / اپیل کنندہ نے دعوی کیا ہے کہ اس نے مسمات پروین سے اس کی رضامندی کے ساتھ نکاح کیا، مگر طبّی معائنے کے وقت اس کی عمر 16 سال تھی۔ جو کہ مبینہ اغوا اور نکاح کے ڈیڑھ سال بعد ہوا تھا۔ بچپن کی شادی پر پابندی ایکٹ 1929 کے تحت اس کی عمر غیر قانونی تھی۔ دوسری طرف اپیل کنندہ کی عمر 44 سال سے زیادہ تھی جو کہ اس لڑکی کے والد کی عمر کا تھا تو ایسے حالات میں لڑکی کی آزادانہ رضامندی اور پسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

9۔ شادی کے بارے میں شعور محض جسمانی علم (جسمانی احساسات اور جسمانی خواہشات سے متعلق) کے مقابلے میں زیادہ سنجیدہ معاملہ ہے۔ لہذا اسلام اخلاقیات کی اعلی منزل پر بنا کسی امتیاز، شادی کے بارے میں بیداری اور جسمانی علم (جسمانی احساسات اور خواہشات کے متعلق) اتفاقِ رائے کے مطابق اجازت دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بالغ شخص جو کہ اتنا ذمے دار ہو کہ شادی کے بارے میں ڈرست فیصلہ لے سکتا ہو اسلام اسے اس کی اجازت دیتا ہے۔

10۔ شادی ایک رضامندی شامل ہوتی ہے جو کہ معنوی لحاظ سے رضامندی کی دوسری مثالوں سے ذرا مختلف ہوتی ہے۔ جیسے، مشترکہ رضامندی، باہمی رضامندی، یا تقلید یا اظہارِ رضامندی۔ شادی کے لئے رضامندی فصاحت آمیز اور اعلانیہ ہوتی ہے، یہ زیادہ مخصوص اور بہتر اظہارِ خیال ہوتا ہے۔ شادی کی رضامندی سے مجرمانہ، شہری اور خاندانی قوانین، جیسے وراثت وغیرہ پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا، شادی کے لئے رضامندی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ صرف حالات یا حالات سے متعلق حکم کی تعمیل کرنا یا ہاں میں ہاں ملانا۔ اس طرح کے آزادانہ رضامندی کے معیار، قدر و قیمت اور خصوصیات کا تجزیہ کرتے وقت، درج ذیل باتوں پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے:

۔ آزاد انتخاب پر قائم رہنے کی قابلیت:

۔ صلاحیت (قانونی صلاحیت: نہ صرف سمجھدار، بلکہ پختہ ذہن، یعنی نہ صرف بلوغت، بلکہ شعوری رضامندی کی عمر)،

۔ صلاحیت کو استعمال کرنے کی صلاحیت،

۔ صلاحیت پر منحصر ہونا، ذہن کے اطلاق کے لئے موجود رکاوٹیں یا دستیاب مدد۔ مثلاً ، ولی اور وکیل (سرپرست وکیل اور مددگار محافظ) کی مدد کی فراہمی،

۔ کسی کے مفاد یا فائدے میں،

۔ منتخب کرنے کے لئے ممکنہ اختیارات کی مفت دستیابی کی حد،

۔ آزادی کا ماحول۔

اس قدر اہمیت کی وجہ سے، اس کا اندراج، نکاح نامہ کی حیثیت سے ہونا لازمی ہے۔ متعلقہ افراد، کنبے اور معاشرے کے مفاد میں، جس میں محض زبانی دعوے یا تعزیرات کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ہے، خاص طور پر جب ایک فریق کے ذریعے دوسری پارٹی سختی سے اس کی تردید کرتی ہو۔

11۔ 1979 کے آرڈیننس نمبر 7 کے مطابق، زنا کے جرم (حدود کا نفاذ) کے تحت، اس کے سیکشن 6 مخصوص کردہ اصطلاح "زنا بالجبر" کو دوبارہ پیش کیا گیا ہے:

"6۔ زنا بالجبر (1) کسی شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ زنا بالجبر کا ارتکاب کرتا ہے اگر اس نے کسی عورت یا مرد کے ساتھ جماع کیا ہے، جو کہ شادی شدہ نہیں ہے، مندرجہ ذیل صورتوں میں، یعنی:

(الف) متاثرہ خاتون یا شخص کی مرضی کے خلاف۔

(ب) متاثرہ خاتون یا شخص کی رضامندی کے بغیر۔

(ج) متاثرہ خاتون یا شخص کی رضامندی کے ساتھ، جب کہ رضامندی اس کو موت کی دھمکی کے ساتھ لی گئی ہو۔

(د) متاثرہ خاتون یا شخص کی رضامندی کے ساتھ، جب مجرم جانتا ہو کہ اس نے مناسب طریقے سے متاثرہ سے شادی نہیں کی ہے اور یہ رضامندی اس لئے دی گئی ہے کیونکہ متاثرہ کا خیال ہے کہ مجرم کوئی اور شخص ہے اور اس کی شادی جائز طریقے سے اِسی سے ہوئی ہے۔

لہذا، اس طرح کے معاملے میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر متاثرہ کو خوف میں مبتلا کر کے رضامندی حاصل کی گئی ہے تو، یہ نکاح کے لئے آزادانیہ رضامندی اور انتخاب نہیں تصور کیا جائے گا۔ بلکہ یہ (نکاح) جبری اور جنسی زیادتی تصور کیا جائے گا۔ پروین اختر کے کیس میں بھی اسے زنا بالجبر تسلیم کیا جائے گا کیونکہ ملزم کی عمر کافی زیادہ تھی اور لڑکی کی عمر صرف 16 سال تھی۔ وہ نہ تو

والدین یا ولی کی معقول مدد اور مشورہ حاصل کر سکی اور نہ ہی خود اتنی پڑھی لکھی اور سمجھدار تھی کہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتی۔ [241]

تاہم، اسی فیصلے میں عدالت نے اعتراف کیا ہے کہ مجرم کو قانونی طور پر عمر قید کی سزا دینے کی ضرورت تھی لیکن ٹرائل کورٹ نے اسے صرف دس سال کی قید بامشقت دی تھی، بہرحال، یہ کہتے رہے کہ: "کشیدگی اور تخفیف کرنے والے حالات، اور یہ حقیقت ہے کہ اپیل کنندہ کی سخت سزا کی وجہ سے اس کے اہلِ خانہ، خاص طور پر اس کی پہلی بیوی، مسماۃ آسیہ (نچلی عدالت میں، مقدمے میں شریک ملزمہ، جس نے متاثرہ خاتون کو گمراہ کیا، اور اس کی وجہ سے متاثرہ خاتون اغوا ہوئی) سے علیحدگی کی وجہ سے پورے کنبے کی زندگی بھی اس سے متاثر ہوگی۔ جبکہ اس کے لئے کوئی درخواست دائر نہیں کی گئی ہے لہذا ٹرائل کورٹ کی جانب سے دی گئی سخت ترین 10 سال قید کی سزا پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ (20) اس معاملے میں اور قیدو ضوابط اور شرائط پر غور کرنے پر اپیل کنندہ کی سزا سنائی گئی ہے۔ دونوں معاملات پر، جس میں پہلے سے گذرے ہوئے دس سال سے لے کر ایک سال کی عمر کا سامنا کرنا پڑا ہے، مناسب انداز میں کم کیا گیا ہے۔ (21) اپیل کنندہ، محمد اسلم، جیل میں ہے۔ اگر کسی دوسرے معاملے میں ضرورت نہ ہوئی تو اسے جلد رہا کر دیا جائے گا۔ [242]

عدالت کے مابین اس واضح تضاد کے بارے میں سوچنے کی ضرورت ہے کہ رضامندی کے مختلف پیمانے کی وضاحت کے ساتھ اور اس معاملے میں اور دوسری طرف مجرم کی سزا کو کم کرنے کے لئے ایک بہت اہم مثال قائم کی جائے۔

سوالات اور خدشات کی اگلی لائن کچھ اس طرح ہے:

(الف) ایک ایسے مذہبی ماحول میں جہاں بچی کی شادی جیسے ہی وہ بلوغت تک پہنچتی ہے کرنے کی اجازت ہے اور (ب) کم عمر کی شادی یا مذہب کی تبدیلی کو ختم کرنے سے عوام کی جانب سے بہت ہی خطرناک ردعمل کا خطرہ رہتا ہے۔

(ت) قانون میں مذہب کی تبدیلی کے لیئے کسی بھی کم سے کم عمر کا ذکر نہیں۔

(ٹ) بچپن کی شادیوں کے حوالے سے قانون میں شادی کو ختم کرنے کا کوئی ذکر نہیں تو کیا عدالتیں یہ فیصلہ دے سکتی ہیں کہ بلوغت حاصل کرنے کے بعد شادی اور مذہب کی تبدیلی باطل ہیں؟

(ث) اور کس محفوظ طریقے سے عدالت کم عمر کی شادی کرانے والوں یا جبری مذہب تبدیلی کرنے والوں کو سزا دے سکتی ہے؟

---

[241] Para 8 – 11, 2012 P Cr. L J Federal Shariat Court 11; Jibran Nasir, Advocate High Court, Key Informant interview dated December 22, 2020
[242] Para 18 – 21, 2012 P Cr. L J Federal Shariat Court 11

(ج) کیا یہاں پر بچپن کی شادی کے حوالے سے قانون کو لاگو کرنے کے لیئے عدلیہ اور (سیاسی) حوالے سے کوئی ٹھوس سوچ موجود ہے۔؟ (د) یہ کہ یہاں پر جبری مذہب تبدیلی یا کم عمری میں مذہب تبدیلی کو روکنے کے لئے عدلیہ اور سیاسی حوالے سے کوئی ٹھوس حق موجود ہے ؟

پاکستان کی عدالتوں نے درج ذیل موقف بیان کیا ہے۔

عام طور پر عدالتوں نے مرضی کی شادی کے حق میں فیصلے دیئے ہیں بھلے وہ کم عمر کی شادی ہو اور ان کو ختم کرنے سے انکار کیا[243]۔ عدالتوں نے بلوغت حاصل کرنے پر شادی کرنے کے بچی کے مذہبی حق کو برقرار رکھا[244]۔

یہاں پر ایک بچپن کی شادی کے قانون کو لاگو کرنے کے لئے ایک واضح سوچ موجود ہے۔ حتی کے کم عمر کی شادیوں کو جائز قرار دیتے وقت بھی عدالتوں نے سی ایم آر اے 1929) اور ایس سیایم آر اے 2013 کے بارے میں بھی (اپنے واضح حمایت کا ذکر کیا ہے لیکن اکثر شکایت کرنے والوں نے مرضی کی شادی کے خلاف شکایتیں کی تھیں اور بلوغت حاصل کرنے کے بعد شادیوں کے حوالے سے شکایتیں کی تھیں اس لئے عدالتوں نے ایسی شادیوں پر سزائیں نہیں دیں۔ مزید یہ کہ بڑے عرصے سے عدالتوں نے اس عمر کے حوالے سے تشریح کی ہے کہ لڑکیاں کس عمر میں بالغ ہوتی ہیں جو کہ 9 سال [245] سے 15 سال [2467] اور 18 سال تک ہیں [247]۔

(6) مسلم قانون کے تحت بچی کی شادی کرنے کے حوالے سے عمر کا تعین اس کے بلوغت حاصل کرنے پر دارومدار رکھتا ہے۔ بلوغت عام طور پر 15 سال کی عمر میں سمجھی جاتی ہے، فتویٰ عالمگیری صفحہ 93 والیم 5 کے مطابق قدرتی علامتوں کے حساب سے مردوں میں بلوغت کی عمر 12 سال اور لڑکیوں میں 9 سال ہے اور اگر علامتیں ظاہر نہیں ہوتی تو دونوں صنفوں کے افراد کو 15 سال کی عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھا جائے گا۔ فتویٰ عالمگیری اور ہدایہ سے کاپی کرنے کے بعد یہ اصول سمجھا گیا کہ اگر کسی لڑکی نے بلوغت حاصل نہیں بھی کی پر وہ اچھی سمجھ رکھنے والی ہے تو وہ شادی کر سکتی ہے مگر اس شادی کو عمل میں لانے کے لئے سرپرست (اگر کوئی ہے) کی

243 PLD 2005 Lahore 316; 2008 Y L R 1595 Karachi

244 1994 SCMR 2102

245 'All original texts of Hanafi Jurisprudence are unanimous on point that 9 years minimum age on which declaration of a girl about her puberty can be accepted." (1994 SCMR 2102)

246 7 "section 13 of Muslim Family Laws Ordinance 1961, in clause (VII) of section 2 of Act No.VIII of 1939 (Dissolution of Muslim Marriages Act 1939), the word '15' was substituted by the word '16'. This amendment, however, does not lay down that the female attains puberty at that stage only. It simply enables a girl to exercise the option of puberty when she attains the age of 16 years, whereas,, in accordance with the unamended clause (VII), if given in marriage before a female attained 15 years, she could exercise her right of option of puberty after attaining the age of 15 years and before reaching the age of 18 years provided the marriage was not consummated." 1988 CLC LAHORE ; See also PLD 1975 Lahore 234

247 P Cr. L J Federal Shariat Court 11

رضامندی ضروری ہو گی لیکن کسی سرپرست کی غیر موجود گی میں وہ شادی اس کی بلوغت حاصل کرنے اور شادی کو رضامندی دینے کے بعد عمل میں آجائے گی۔ محمڈن لاء کے پیراگراف 274 میں کہا گیا ہے کہ "جب ایک نابالغ کی شادی اس کے سرپرست کی طرف سے جو کہ باپ یا دادا نہیں ہے، کی جاتی ہے تو نابالغ فرد کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ بالغ ہونے کے بعد اس شادی سے نکل جائے اس کو عام طور پر بلوغت پر چناؤ (خیر البلوغ) کہا جاتا ہے۔ عورت کی صورت میں شادی ختم کرنے کا حق آخری ہوتا ہے اگر بلوغت حاصل کرنے کے بعد اور شادی کے حوالے سے آگاہی ملنے کے بعد اور اپنے شادی ختم کرنے کے حق کے بارے میں آگاہ ہونے کے بعد بھی وہ کسی جائز تاخیر کے بغیر شادی ختم نہیں کرتی۔ دی ڈزولیوشن آف مسلم میرج ایکٹ 1939 میں عورت کو 18 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے شادی ختم کرنے کا حق دیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ شادی پر عمل نہ ہوا ہو۔ لیکن ایک مرد کی صورت میں یہ حق اس تک جاری رہتا ہے جب تک اس نے اس شادی کی توثیق نہ کی ہو یا زبانی طور پر یا مہر ادا کر کے یا ساتھ رہ کر)"...8(معاشرے کو بچپن کی شادی کے خطروں سے بچانے کے لئے ایک ترقی پسند سوچ کے تحت چائلڈ میرج ریسٹرنٹ ایکٹ 1929 (ایکٹ 19 آف 1929) بنایا گیا۔ یہ دیکھا گیا کہ اوپر دیئے گئے فیصلے کی پیراگراف نمبر 6 میں مسلم پرسنل لاء کے تحت دی گئی شادی کی کم سے کم عمر سے سیدھے ٹکراؤ سے بچتے ہوئے 1929 کے ایکٹ میں ایک مرد بالغ مطلب شادی کرنے والے فریق کی عمر 18 سال تک کی گئی اور اس سے کم عمر میں شادی کرنے والے اس کے والدین یا سرپرستوں جنہوں نے شادی کی، کروائی یا اس کا بندوبست کیا ان کو سزا کا حقدار سمجھا گیا۔ ان شقوں کی خلاف ورزی پر سزائیں رکھیں گئیں۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس میں نابالغوں کو 1929 کے قانون کی خلاف ورزیوں کا مرتکب قرار نہیں دیا جاتا یہ قانون خود شادیوں کو باطل قرار نہیں دیتا... یہ بات بہت پریشانی کا سبب ہے کہ 1929 کے قانون کو بنے ہوئے 90 سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے باوجود اس کے طریقیکار میں کچھ خامیوں کی وجہ سے اس کے بنانے کے مقصد مکمل طور پر حاصل نہیں کئے جاسکے۔ اب بھی کچھ بے ایمان عناصر کے جانب سے مختلف طریقوں سے ان کے معصوم روحوں کو پریشان کیا جارہا ہے یہ بھی بات ہے کہ میجارٹی ایکٹ 1875 (ایکٹ 20 آف 1875)(اسکے بعد اسے میجارٹی ایکٹ کہا جائے گا) کے مطابق ایک فرد 18 سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے مگر ایسی صورت میں جب اس کا سرپرست عدالت کی جانب سے مقرر کیا جانا ہو تو ایسی صورت میں اس کی عمر 21 سال ہونی چاہیئے۔ اوپر دی گئی شِقوں کو شادی، طلاق اور حق مہر کے حوالے سے پرسنل لاءز سے نکال دیا گیا ہے۔ ایک بچہ، ایک خاندان، ایک قوم اور آخر کار اس دنیا کے مستقبل کا اثاثہ ہے۔ (9) غربت اور ثقافتی رکاوٹیں عورتوں کو ان کی شادیوں کے فیصلے کرنے کی راہ میں حائل ہوتی ہیں خاص طور پر روایتی پدرشاہی ساجوں میں۔ کم عمری کی شادیوں کے عورتوں کی زندگیوں پر خطرناک اثرات ہوتے ہیں جو ان کی سماجی نقل و حرکت صحت اور ان سے ملحقہ حوالوں سے ذاتی اور سماجی مسائل پیدا کرتے ہیں جو عورت کم عمر میں شادی کرتی ہے وہ کم عمر میں ہی بچہ پیدا کرتی ہے اور زیادہ عرصے تک گھریلو تشدد کا شکار رہ سکتی ہے۔ اسی طرح عورتیں جو کم عمری میں شادی کرتی ہیں ان کو کم تعلیم، کم معاشی مواقع، سماجی نقل و حرکت میں رکاوٹ اور صحت کی سہولتوں پر کم رسائی ملتی ہے۔ بہتر تعلیم تک رسائی سے انکار کی وجہ سے وہ زندگی میں کامیاب نہیں ہوسکتیں کم عمر کی شادی نہ صرف عورت کو معاشی اور سماجی مواقع سے محروم کرتی ہے پر ان کے تولیدی صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر زبردستی جنسی تعلق رکھنا، جلدی اور خرابیوں سے بھرپور حمل زیادہ بچے پیدا کرنا اور نتیجے میں بڑا خاندان بنانا۔ جسمانی طور پر کم عمر کی دلہنوں کا پیلوس

چھوٹی سائز کا ہوتا ہے اور بچہ پیدا کرنے کے لائق نہیں ہوتا نتیجے میں بچوں کی پیدائش یا بہت جلد یا دیر سے ہوتی ہے۔ جس سے ان کو مختلف مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد زیادہ خون بہنے، سیپسس، بچے کی پیدائش میں مشکلات اور ایچ آئی وی ایڈز ہونا اس میں شامل ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ جنسی طور پر ہونے والی بیماریاں یا سروائیکل کینسر ہونے کے بھی زیادہ خطرے میں رہتی ہیں۔ اپنی زرخیزی کو ثابت کرنے کے لئے ان کو اپنے بڑی عمر کے کثیر الازدواج شوہر کے ساتھ زیادہ اور غیر محفوظ جنسی عمل کرنا پڑتا ہے۔ کم عمر کی ماں کم دودھ اور کولیسٹرم پیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے بچہ زیادہ بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔ شادی کے بعد لڑکیوں کو ان کے شوہر کے گھر لایا جاتا ہے جہاں پر وہ ایک بیوی، ایک گھر و کام کاج والی اور آخر میں ایک ماں کا کردار ادا کرتی ہے۔ ان کا شوہر کثیر الازدواج بھی ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو تنہا، ٹھکرایا ہوا اور ذہنی دباؤ میں محسوس کرتی ہیں۔ لٹریچر یہ بھی بتاتا ہے کہ عمر کا فرق اور کم بات چیت ہونا طلاق اور علیحدگی کو بڑھاتا ہے اور ان کے بچے بھی زیادہ تر پریشان رہتے ہیں اور ان کو زیادہ نفسیاتی بیماریاں ہوتی ہیں۔ سماجی طور پر کم عمر کی دلہنیں میں خاندانوں کی بہتر نگہبانی نہیں کر سکتیں کیوں کہ ان کے پاس ان کے بچوں پر بہت کم اختیار ہوتا ہے اور گھر کے امور، خوراک اور صحت کے معاملات میں بھی ان کے پاس فیصلے کی قوت نہیں ہوتی۔ اور کیوں کے اکثر بچیاں اسکول نہیں گئی ہوتیں یا جلد اسکول چھوڑ دیا ہوتا ہے اس وجہ سے ان کو عملی زندگی میں اپنے شوہروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔....(15) مزید یہ کہ جیسا پہلے پیرا گراف میں ذکر کیا گیا یہ دیکھا گیا ہے کہ کم عمری کی شادی کی وجہ سے ایک بچے کو اسلامک ری پبلک آف پاکستان کے 1973 کے آئین میں دیئے گئے تمام حقوق کی خلاف ورزیوں کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ جیسے یہاں ذکر کیا گیا کہ زندگی کا حق صرف زندہ رہنے کا حق نہیں ہے لیکن وہ ایک باوقار اور معنیٰ خیز زندگی کا ذکر کرتا ہے۔ ریاست کی طرف سے تعلیم کے موقع فراہم کرنا بھی ایک بچے کا بنیادی حق ہے اور اسکا انکار اس کی زندگی میں ترقی سے انکار ہوتا ہے تعلیم ایک انسان کے روح کو منور کرتی ہے۔ اس کے جسم پر بہتر اثرات مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم انسانی روّیوں کو بہتر کرتی ہے۔ اس صورتحال کو قانون کے نظر سے اگر دیکھیں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عدالتوں کے سامنے سب سے بڑا معاملہ ایک بچے کی بہتر اور اس کی بھلائی ہوتا ہے۔ عدالتیں ہمیشہ لوکو پرینٹس پوزیشن میں رہتی ہیں جب وہ مختلف معاملات کو دیکھ رہی ہوتی ہیں۔

سول معاملوں کے فیصلے کرتے وقت عام طور پر جو روایتی رویہ رکھا جاتا ہے وہ عدالت کے بڑے ہونے والے روّیے کو متاثر نہیں کرتا بچے کے بہترین مفاد اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لیئے ایک زیادہ متحرک کردار ادا کرنا پڑے گا۔ ویلفیئر کے لئے ایک ایسی سوچ رکھنی پڑے گی جو بچے کی حقیقی بھلائی کو ایک ترقی پسند سوچ کے ساتھ دیکھتے ہوئے اس کو ایک بہتر فرد بنائے۔ بچوں کے معاملات کو حل کرتے ہوئے قانون کی باریکیاں عدالتوں کے اختیارات کے آڑے نہیں آنی چاہیئے۔ اس لئے تمام عدالتوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ بچوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف ان کے تحفظ اور بھلائی کے لئے اپنی متحرک جورسڈکشن کو استعمال کریں گی۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کے جب عدالت کے نوٹس میں یہ آتا ہے کہ بچے کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو یونین کاؤنسل کی جانب سے کورٹ تک آنے میں ناکامی کی صورت میں عدالت لوکو پرینٹس کا متحرک کردار ادا کرے گی اور بغیر کسی جھجک کے یونین

کاؤنسل کو یہ حکم جاری کرے گی کہ وہ عدالت کو یہ شکایت نامہ روانہ کرے کہ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ ایکٹ 1929 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک شادی ہوئی ہے۔ پیراگراف 6، 8، 9، 15 آف پی ایل ڈی 2020 لاہور. 811 [248]

تاہم، 2006 سے پہلے تک، عدالتوں میں یہ بھی کہا ہے کہ اگر لڑکی کی بلوغت ہو چکی ہے اور شادی کو ثابت کرنے والا نکاح نامہ بھی موجود ہے اور اس کی عمر 16 سال سے کم بھی ہو مگر اس نے بلوغت حاصل کرلی ہے اور وہ اس شادی کے لئے رضامند تھی تو پھر فریقین کی جانب سے ازدواجی تعلقات کی ادائیگی کو غیر قانونی جنسی عمل نہیں کہا جائے گا"[249]۔ تاکہ، اسے سیکشن 375 کی طرف راغب کیا جاسکے۔ مگر ایک حقیقی خطرہ بھی موجود ہے کہ کم عمر بچی کا نکاح زبردستی، اس سے غیر قانونی جنسی عمل کرنے والے (اسے بچانے کے لئے) سے کروایا جاسکتا ہے، کیوں کہ ابھی تک ازدواجی عصمت دری کو پاکستان کی عدالتوں میں قبول نہیں کیا گیا ہے۔

خواتین کے تحفظ (فوجداری قوانین میں ترمیم) ایکٹ، 2006 میں منظور کیا گیا تھا اور اس ایکٹ کے ذریعے، پاکستان پینل کوڈ، 1860 کی دفعہ 375 میں ترمیم کی گئی تھی، جو عصمت دری کے جرم کی وضاحت کرتی ہے۔ دفعہ کے ترمیم شدہ بیان میں، عصمت دری کے لئے جو استثنیٰ پہلے شوہر کو دیا گیا تھا، اب اسے منظور نہیں کیا گیا۔ مزید برآں، دفعہ 493 اے کو پی پی سی، 1860 میں داخل کیا گیا تھا، اور اس نے ایک آدمی کے ذریعے قانونی شادی اعتماد کو دھوکہ دہی سے جرائم پیشہ بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ 2006 کے ایک ایکٹ کے تحت دفعہ 496 اے بھی داخل کی گئی تھی۔ اس نے مجرمانہ طور پر "کسی عورت کو آمادہ کرنا یا اس سے دوری اختیار کرنا یا اسے حراست میں لیا ہے کہ وہ اس سے جماع کرسکتی ہے"۔

2006 کے ایکٹ کی منظوری کے بعد سے، قانونِ جرائد میں ایسے معاملات کی کوئی اطلاع نہیں ملتی ہے جہاں کسی نکاح نامے کو کسی بچی کی عصمت دری کے لئے معقول دفاع کے طور پر استعمال کیا گیا ہو۔

مزید یہ کہ، اسی نسبت سے سپریم کورٹ آف پاکستان نے پہلے بھی (شادی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے باوجود) کا ذکر کیا ہے۔ ابنِ عابدین: ردالمحتر، جلد 2، صفحہ نمبر 482 اور دوسرا، چاہے وہ بھی فاسد اور باطل دونوں شادیوں کو ناجائز شادی کے زمرے میں آتا ہو۔ ابنِ عابدین، جلد 2، صفحہ نمبر 835۔[250]

جب ان کے سامنے ایسے کیس پیش کئے جاتے ہیں تو، عدالتوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ تین باتوں کا علم رکھیں: پہلی، جنسی رضامندی، جو 16 سال کی عمر میں دی جاسکتی ہے، شادی کی رضامندی کے مترادف ہے، جیا کہ وفاقی شہری عدالت نے بیان کیا ہے[251]؛ دوسرا، یہ

[248] P L D 2020 Lahore 811
[249] Paragraph 5, PLD 2013 Lahore 243
[250] Paragraph 22, 1992 SCMR 1273
[251] P Cr. L J Federal Shariat Court 11

حقیقت ہے کہ نکاح نامہ عصمت دری کا دفاع نہیں ہے اور غیر منظم ہونے کی وجہ سے بچوں کی شادی اسلامی قانون کے تحت بھی باطل ہے[252]۔

اس کے علاوہ، جہاں مذہب کی تبدیلی کا انتخاب مبینہ طور پر شادی کے ساتھ ہوتا ہے، وہاں عدالتیں رضامندی کے سوال کو زیادہ سنجیدگی سے لیتی ہیں۔ اور یہ طے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ آیا کسی نابالغ کو اپنی شادی اور / یا اس سے رضامندی حاصل کرنے کے لئے کس حد تک مجبور کیا جاسکتا ہے۔ مذہب میں تبدیلی حالیہ برسوں میں، معاشرے کے متعدد رہنماؤں، قانون سازوں اور سول سوسائٹی کے کارکنوں نے جبری شادیوں کے ساتھ مل کر زبردستی تبادلوں کا معاملہ اٹھایا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سیکشن 4 میں بیان ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں عدالتیں اس حقیقت سے بھی اشکار ہوئیں ہیں کہ بہت ساری نابالغ لڑکیوں کو یا تو اغوا کیا جاتا ہے یا ان کے ساتھ جوڑ توڑ اور ان کا استحصال کیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوتی ہیں اور بالغ مسلمان مردوں سے شادی کر لیتی ہیں۔ پہلی بار، جولائی 2020 میں، اس حقیقت کے باوجود کہ عدالت کے سامنے پیش ہوئی جب لڑکی نے بلوغت حاصل کر لی تھی لیکن سندھ ہائے کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ 15 سال کی ہندو لڑکی کی مذہب تبدیلی اور ایک مسلم مرد سے شادی کو اس لڑکی کے 18 سال کی عمر ہونے تک معطل رکھا گیا اور اس کو اس کے والدین کے حوالے کیا گیا (جن کے ساتھ اس نے رہنے میں دلچسپی ظاہر کی تھی حتی کے اس نے شروع میں یہ بیان دیا تھا کہ اس نے مسلم مرد کے ساتھ شادی کی ہے) [253]۔

ایک اور کیس میں، 17 سال عمر کی ایک مسیحی لڑکی بھی اسی صورتحال میں تھی۔ عدالت نے لڑکی کو شیلٹر ہوم بھیجا۔ جب تک اس کی عمر 18 سال ہو جائے اور وہ یہ فیصلہ کر سکے کہ وہ شادی میں رہنا چاہتی ہے[254]۔ ایک اور مثال میں کیس ایک 14 سال کی مسیحی لڑکی اور 44 سال کے مسلم مرد کے حوالے سے تھا جب کورٹ میں لڑکی پیش ہوئی تو اس نے بیان دیا کہ وہ 18 سال کی ہے اور پیار کرتی ہے اور اپنے مبینہ شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ عدالت ایک قدم آگے گئی اور انہوں نے وہ دستاویز قبول نہیں کی جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ 14 سال کی ہے حتی کہ وہاں پر نادرا کا ریکارڈ، چرچ اور اسکول کے سرٹیفکیٹ موجود تھے جس میں وہ لڑکی پڑھتی تھی لیکن عدالت نے لڑکی کی عمر کا تعین کرنے کے لئے بونا وسیفکیشن ٹیسٹ کی ہدایت کی اور ایک مرتبہ یہ یقینی ہو گیا کہ بچی حقیقت میں 14 سال کی تھی تو عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی شادی کے حوالے سے فیصلہ کرنے سے بہت چھوٹی ہے لیکن اس نے اپنے والدین کے پاس واپس جانے سے انکار کیا تو اس کو شیلٹر میں بھیجا گیا[255]۔

---

[252] Jibran Nasir, Advocate High Court, Activist And Poltician, Key Informant Interview, 20th December 2020 Karachi

[253] Order dated: 09.07.2020 passed by the Honourable High Court of Sindh in Constitutional Petition No. D-3105 of 2020

[254] Order dated: 13.11.2020 passed by the Honourable High Court of Sindh in Constitutional Petition No. D-2747 of 2020

[255] Order dated: 23.11.2020 passed by the Honourable High Court of Sindh in Constitutional Petition No. D-5364 of 2020

مذکورہ بالا متعدد معاملات کی بنیاد پر، یہ بات واضح ہے کہ پاکستان کی عدلیہ خصوصا سندھ میں اس کی پیروی کر رہی ہے[256]۔ فیصلے بچپن کی شادی اور جبری مذہب کی تبدیلیوں کے سنگین نتائج سے بخوبی واقف ہیں۔ تاہم، موجودہ قوانین کی بنا پر، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، عدالتیں کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ بچپن کی شادی کو بچوں کی شادی ثابت ہونے کے ساتھ ہی اسے باطل قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ کسی بچے کے لئے ممکن نہیں ہے۔ شادی کو مکمل، آسان، باخبر رضامندی کے بنا قبول نہیں کیا جاسکتا۔ متبادل طور پر، ایس سی ایم آر آر 2016 کا ضابطہ نمبر 13 عدالتوں کہ یہ اختیار بھی دیتا ہے کہ وہ ایسے معاملات میں جلد از جلد طلاق کی کاروائی کا حکم دے۔ جہاں شادی کے فریق مختلف عقائد سے تعلق رکھتے ہوں۔ لہذا اگر عدالتیں شادی کو باطل قرار نہیں دیتیں تو وہ جلد طلاق کا حکم دے سکتی ہیں۔ عدالتیں عصمت دری کے مرتکب ہونے کے جرم کا بھی نوٹس لے سکتی ہے اور عصمت دری کے الزام میں ملزم کے خلاف قانونی کاروائی کا حکم بھی دے سکتی ہے۔ اس میں واضح امید ہے کہ عدالتیں بچپن کی شادیوں کی روک تھام اور ان پر قابو پانے اور صوبے اور ملک کے بچوں کی حفاظت کے سلسلے میں، اور آزادانہ مرضی کی شادیوں سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں (ردِ عمل اور سزا کا امکان، زبردستی کی مذہبی تبدیلی) کو ذہن میں رکھتے ہوئے، بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کرتی رہے گی۔

7۔معلومات اور اقدامات کے درمیان خلاء: نتائج اور گذارشات

اس تحقیق کے نتیجے میں جو سب سے اہم بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ بچپن کی شادیوں کے حوالے سے بات چیت جیسا کہ قانون ساز اور پالیسی ساز حلقوں میں موجود ہے وہ بہت ہی بہتر انداز میں ہوتی ہے اور اکثر ان معاشی، سماجی، ثقافتی یا نوکر شاہی کے روّیوں کی مذمّت کرتی ہے جن کی وجہ سے اس معاشرے میں بچپن کی شادیاں ہو رہیں ہے اور ان کیوجہ سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ دوسری یہ اہم بات سامنے آئی کہ بچپن کی شادیوں کے حوالے سے موجودہ قانون زیادہ تر ان نوجوان لڑکیوں کے خلاف استعمال ہوتا ہے جو اپنی مرضی سے اور اپنی والدین کی مرضی کے خلاف شادیاں کرتی ہیں اور تقریباً کبھی بھی ان بچوں کو ٹارگٹ نہیں کرتا جو کم عمر کی شادیوں میں دھکیلا جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ موجودہ قانون بے معنی ہے کیوں کے (الف) وہ متاثرہ بچے کے جانب سے رپورٹ کرنے کے حقیقی طریقہ فراہم نہیں کرتا(ب) اگر کوئی فرد بچپن کی شادی کرنے میں یا کروانے میں یا اس کے انتظام میں فریق ثابت بھی ہوتا ہے تو بھی شادی ختم نہیں ہوتی(ت) یہ بچپن کی شادی سے بچائی گئی بچی کو رکھنے کے لیئے کوئی محفوظ جگہ فراہم نہیں کرتا (ٹ) یہ ان بچیوں کے بیچ میں فرق نہیں کرتا جو نوجوانی کی عمر میں ہیں اور اپنی مرضی سے شادی کی ہے اور وہ جن کو زبردستی شادی میں باندھا گیا ہے۔ چوتھا یہ سمجھنا اہم ہے کے موجودہ صورتحال میں کے جس میں ریاست غائب بھی ہے اور حاضر بھی تو یہ فائدے مند ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ ریاست بچپن کی شادی کے خلاف قانون سازی کرنے اور ایس سی ایم آر اے 2013 پاس کرنے کی صورت میں موجود ہے مگر شادیوں سے بچوں کو بچانے اور ان کو تحفظ دینے کے لیئے حقیقی بنیادی ڈھانچہ فراہم کرنے میں ناکامی کی وجہ سے غائب ہے۔ اور نوجوان فرد کی جنسیات، نقل و حرکت اور پسند کی آزادی کے حوالے سے قانون کے غلط استعمال کو

256 APP Desk, "SHC Orders Enforcement of Law on Child Marriage," Pakistan Today, July 1, 2017, http://archive.pakistantoday.com.pk/2017/07/01/shc-orders-enforcement-of.law-on.child-marriage/.

بھی نہیں روکتی۔ پانچواں یہ کہ ایس سی ایم آر اے 2013 بچپن کے خیال کو بہتر طور پر نہیں دیکھتا اور قانون تک رسائی کی آزادی یارضامندی کو بھی (کیوں کہ اس میں ایک بچہ اپنا کیس کسی بالغ کی مدد کے سوائے آگے نہیں لا سکتا)۔ چھٹا یہ کہ ایس سی ایم آر اے 2013 ریاست کی رِٹ اور سماجی رسم ورواج کے درمیان ہونے والے تکراروں میں گھرا رہتا ہے یہ بچپن کی شادی کا معاملہ انسانی حقوق کے لبرل اصولوں سے بندھی ہوئی پاکستان کی جدید ریاست کو مذہبی عقائد، روایتی رسم ورواج اور انصاف کے مروّجہ طریقوں (جیسے جرگا جو کہ لڑنے والے دو خاندانوں یا قبیلوں کے بیچ میں صلح کرانے کے لئے لڑکی کو دے سکتا ہے جیسے اوپر بیان کیا گیا) سے ٹکراؤ میں لاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس قانون کی موجودہ شکل اور عمل درآمد کے بنیادی ڈھانچے میں، یہ واضح ہے کہ موجودہ قانون ایک خواہش مند جگہ دار سے تھوڑا سا زیادہ ہے۔ اس سے نہ تو بچوں کی شادیوں کے اصل متاثرین کو آزادانہ طور پر اور محفوظ طریقے سے اطلاع دینے کی سہولت دی گئی ہے، اور نہ ہی وہ کسی بچی کی شادی کی اطلاع دینے میں کامیاب ہونے پر انہیں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا بحث کی گئی ہے، اٹھارہ سال کی عمر میں شادی کی متعدد اقسام اور وجوہات کو تسلیم نہیں کرتی ہے۔ موجودہ قانون جس طرح سے معاشرے کو منظم اور کام کرتا ہے اس کا جواب نہیں دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ قانون والدین اور ان کے سرپرستوں کے لئے ایک ہتھیار بن جاتا ہے جس سے وہ اپنی لڑکیوں کو اپنی مرضی سے شادی کرنے سے روکتے ہیں جہاں پر نوجوان بچے اپنی آزادی کے لئے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کے وہ بچپن کی شادی کو ختم کرنے میں ناکام ہے یا کرنا نہیں چاہتا اس لئے یہ قانون موجودہ صورت میں زیادہ اثر انداز ثابت نہیں ہورہا۔

صرف یہ نہیں کہ بچوں کا تحفظ اور ان کے تحفظ کا بنیادی ڈھانچہ ہی غائب ہے مگر قانون ساز، سیاسی، عدالتی اور نوکر شاہی کا عزم بھی نہیں ہے کے وہ ان اسباب کا خاتمہ کریں جن کی وجہ سے بچپن کی شادیاں ہورہیں ہے جیسے کہ عورتوں کے خلاف موجود خطرناک رسم ورواج، بڑے تعداد میں ایسے فرد جن کو شہریت حاصل نہیں اور سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں۔ رجسٹریشن کے قومی قوانین، مذہبی پسماندگی کی پھیلی ہوئی خطرناک اقسام، اسلامی مذہبی عالموں (خود ساختہ) اور دوسرے سماج دشمن عناصر کی بلا روک ٹوک بڑھتی ہوئی طاقت جو کہ تشدد کے اوپر ریاست کے بے اختیار ہونے کی وجہ سے اور بڑھی ہے، یکساں بنیادی تعلیم اور ملازمت کے مواقع خاص طور پر عورتوں کو فراہم کرنے میں ناکامی۔ محفوظ اور کسی حد تک بہتر پبلک ٹرانسپورٹ فراہم کرنے میں ناکامی اور دیگر۔

اس وقت اس قانون کا اوّلین مقصد بچپن کی شادیاں روکنا ہے۔ اس کو عوامی حمایت حاصل نہیں۔ وہ جو سیاسی اور پالیسی ساز حلقوں میں بچپن کی شادی کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسوقت اپنی پناہ گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے جب قانون بن رہے تھے اور اب عالمی اور لبرل اصولوں اور روایتی اور مذہبی اصولوں دونوں کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی کے نتیجے میں یہ قانون غیر مؤثر رہا ہے۔

یہ قانون اس وقت سماجی اور ثقافتی حقیقتوں سے ٹکراؤ میں آیا جب والدین اور سرپرستوں نے اپنی مرضی سے شادی کرنے والے اپنے بچوں کو سزا دینے کے لئے اس کا غلط استعمال کیا اس کی وجہ سے ججوں نے بھی اس کو اسی نظر سے دیکھا اور بچوں کی پسند کو ان کے

با اختیار والدین کی پسند پر فوقیت دی ۔ دوسرا یہ کہ عدلیہ کو بھی اسلامی ریاست ہونے کی وجہ سے موجود متضاد آئینی ضرورتوں کو اور لبرل اصولوں کو بیلنس کرنا پڑتا ہے۔ نتیجے میں جو انصاف ہوتا ہے وہ زیادہ تر اختیاری ہوتا ہے اور کبھی کبھار مسئلے بھی پیدا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایس سی ایم آر اے اور ایس ایم آر اے بلوغت کے بابت کوئی حوالہ نہیں دیتے مگر کتنے ہی فیصلوں میں محمدن لاء پر بھروسا کیا گیا ہے اور اسی پیمانے کو استعمال کیا گیا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ کی گئی شادی جائز ہے یا نہیں۔ تیسرا یہ کہ عدلیہ یا پاکستان کی ریاست کا کوئی اور ادارہ ہمیشہ اس بات سے باخبر رہتے ہیں کہ ریاست مذہبی جذبات کے ساتھ ملک میں ہونے والے تشدد پر اپنا موٴثر اختیار رکھتی ہے اور یہاں پر ہمیشہ بہت بڑے ہنگاموں اور امن امان کی خراب صورتحال کا خدشہ رہتا ہے اگر مذہبی جذبات (جو کہ ان مخصوص روّیوں پر ہوتے ہیں جو پدرشاہی اور سیاسی تسلط برقرار رکھنے کے لئے ہوتے ہیں) کو ٹھیس پہنچے۔

اس پوائنٹ پر یہ قانون جو اہم مقصد پورا کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ جبری کم عمری کی شادیوں کے خلاف ایک آلہ بنے اور بچوں لڑکیوں اور عورتوں کے لئے بہتر تعلیمی معاشی اور سماجی مواقع مہیا کرنے کا ذریعہ بنے ۔ اگر یہ قانون اپنی مکمل سرشت میں نافذ ہو جائے تو کتنی ہی برادریاں مزید پسماندہ اور الگ ہو جائیں گی کیوں کے وہ جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے وہ شادیوں کا تحفظ حاصل نہیں کر سکیں گی۔ کتنے سرپرست یا/اور والدین اپنے بچوں کے خواہشوں پر کنٹرول کرنے ان کی جسمانی اور جنسی آزادیوں سے انکار کرنے اور اسٹیٹس کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہونگے ۔ اگر بچپن کی شادی کو کسی حد تک قابو نہ کیا گیا، تو بچیاں ہمیشہ صحت کے خطرات، پیدائش کے دوران اموات، تعلیم، اقتصادی اور سماجی، ثقافتی مواقع سے انکار کا شکار رہیں گی۔ اس لئے موجودہ قانون کو نہ تو اس کی موجودہ شکل میں توثیق کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسکی مکمل مذمت کی جاسکتی ہے۔ اس کو بنیادی ڈھانچے کے اردگرد ایک اہم نقطے کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔

فوری عملی شفارشات:

دو اہم بجٹ مختص کرنے کی تجویز ہے:

- مختلف اسکولوں، دیہاتوں، ٹیلی ویژن، موبائل فون کے ذریعے ایک خصوصی مہم چلا کر نوجوان عورتوں اور لڑکیوں کی جانب سے رپورٹنگ کی حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت ہے، ایک ٹیلی فون ہیلپ لائن قائم کی جائے جہاں بچوں کی صحت کے ماہر، بچوں کی نفسیات کے ماہر اور وکلاء موجود ہوں جہاں پر بچپن کی شادی کے حوالے سے اطلاع ملنے پر جلد کارروائی کی جاسکے۔ حکومتِ سندھ کے محکمہء قانون کے اشتراک سے چلنے والی موجودہ ایل اے ایس کی ہیلپ لائن میں چائلڈ میرج ڈیسک قائم کی جاسکتی ہے۔

- بچوں کے تحفظ کے ادارے قائم کرنے، انہیں فعال اور محفوظ بنانے کی ضرورت ہے۔ موجودہ شہید بینظیر بھٹو ہیومن رائٹس سینٹر فارووِمین (کرائسس سینٹرز) جو کہ صوبہ ء پنجاب میں قائم ہوئے ہیں۔ (اگرچہ عام طور پر استعمال نہیں ہوتے) کو مثال بنا کر استعمال کئے جاسکتے ہیں[257]۔

قواعد میں ترمیم کی تجویز:

- تمام نکاح خواں حضرات کو پابند کیا جانا چاہیئے کہ وہ تمام نکاحوں کا ریکارڈ رکھیں اور ان کو ہر مہینے نکاح رجسٹرار کے پاس پیش کریں جو اس کے بعد (الف) اس بات کو یقینی بنائے کہ تمام افراد شادی کی عمر کے تھے اور (ب) تمام شادیوں کی رجسٹریشن کے لازمی کروائے۔

- تمام نکاح خواں کی رجسٹریشن کی سالانہ تجدید کی جائے اور ان کی جانب سے بچپن کی شادی کی کسی خلاف ورزی کو ذہن میں رکھا جائے اور ایسے افراد کی فہرست مرتب کی جائے۔

- معاہدہ شدہ شادیوں میں فرق کرنے کے لئے قواعد میں ترمیم کریں: (الف) جنسی رضامندی کی عمر مطلب 16 سال اور زیادہ کی عمر (ب) ایک دوسرے سے عمر میں 7 سال کا فرق رکھنے والے شراکت داروں کے مابین۔

- 16 سال سے کم عمر والی بچی اور ایک بالغ کے بیچ میں ہونے والی ہر شادی کو باطل قرار دیا جائے۔

[257] http://swd.punjab.gov.pk/crisis_centres

- دائرہ کار کے معاملات کو اس طرح حل کریں کہ سیشن عدالت بیک وقت بچوں کی شادی اور نابالغ کی عصمت دری کی شکایت سن سکے۔

- پیڈوفیلیا اور بچوں کے جنسی استحصال کے خلاف قانون (اور مسلم پرسنل لاء کے ساتھ محاذ آرائی میں) بچی کی شادی کے رواج کو روکنے کا پورا بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے۔

- بچوں کی شادی پر پابندی ایکٹ کی دفعہ 12 کے تحت ہر ڈسٹرکٹ کمشنر کو ایڈہاک ڈسٹرکٹ مانیٹرنگ کمیٹی کی حیثیت سے کام کرنے کے احکامات جاری کئے جائیں، جب تک کہ ضلعی مانیٹرنگ کمیٹیوں کے فنڈز اور انفرا اسٹرکچر جاری نہیں ہو جاتے۔

ضمیمہ اے

مشاورت کے شرکاء : تاریخ 25 اکتوبر 2020	مہارت / عہدہ
مس شیز املک	سندھ کمیشن آن دی اسٹیٹس آف وومین
مسٹر لوک وکٹر	لاء ایسوسی ایٹ - چرچ آف پاکستان، جبران ناصر
مس آمنہ لطیف	منیجر کمیونیکیشن - آہنگ
مس سارہ زمان	جینڈر اینڈ چائلڈ رائٹس ایکسپرٹ
مس عظمی نورانی	کوچیئرپرسن - ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان، منیجنگ ٹرسٹی - پناہ شیلٹر
مسٹر سہیل وڑائچ	ممبر نیشنل کمیشن آن دی اسٹیٹس آف وومین این سی ایس ڈبلیو
مس نزہت شیرین	چیئرپرسن سندھ کمیشن آن دی اسٹیٹس آفووومین

مشاورت کے شرکاء : تاریخ 20 نومبر 2020	مہارت / عہدہ
ڈاکٹر حبیب احسن	ممبر نیشنل کمیشن آن دی اسٹیٹس آفووومین
مس فوزیہ معصوم	ڈائریکٹر آپریشنز سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی
مسٹر محمد علی	ٹیم لیڈر۔سندھ رورل سپورٹ پروگرام
مسٹر عبدالرحمان عرف معراج	یو ای ٹی لاہور
مسٹر ذوہیب علی	فیلڈ سپروائیزر بینظیر انکم سپورٹ پروگرام،لاڑکانہ
مس انیس ہارون	ممبر نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس

مس غزالہ شفیق (پاسٹر)	چرچ آف پاکستان۔ ہولی ٹرنٹی کیتھیڈرل

مشاورت کے شرکاء : تاریخ 20 نومبر 2020	مہارت / عہدہ
مس نجم ایوب	جبری مذہب تبدیلی اور بچپن کی شادی سے بچنے والی کی کزن
مس ریتا مسیحی آرزو کی ماں	جبری مذہب تبدیلی اور بچپن کی شادی سے بچنے والی کی والدہ
مسٹر راجا مسیحی آرزو کے والد	جبری مذہب تبدیلی اور بچپن کی شادی سے بچنے والی کے والد
مسٹر سہیل وڑائچ	جینڈر اور قانون کے ماہر
مس عزماں نورانی	کو چیئر پرسن ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان مینجنگ ٹرسٹ۔پناہ شیلٹر

پارلیمینٹیریز کے ساتھ مشاورتی ورکشاپ کے شرکاء	مہارت / عہدہ
مسٹر بلال احمد غفار	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ
مس نزہت شیریں	چیئر پرسن سندھ کمیشن آن دی اسٹیٹس آف وومن
مس ادیبہ حسن	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ پی ٹی آئی
مس منگلا شرما	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ ایم کیو ایم (پی)
مسٹر ویرجی کوہلی	اسپیشل اسسٹنٹ ٹو سی ایم سندھ فار ہیومن رائٹس ڈپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف سندھ۔ پی پی پی
مس ندا تنویر	اسسٹنٹ کورڈینیٹر - ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان

مس سدرہ عمران	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ
مسٹر کلیم درّانی	ریجنل کورڈینیٹر - ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان
مسٹر ابو بکر احمد مدنی	ایڈیشنل سیکریٹری سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف سندھ
مس زاہدہ ڈیتھو	ایکس ایگزیکیٹو ڈائریکٹر سندھ رورل پارٹنر آرگنائیزیشن

پارلیمنٹیریز کے ساتھ مشاورتی ورکشاپ کے شرکاء	مہارت / عہدہ
مس غزالہ سیال	ممبر صوبائی اسمبلی آف سندھ پی پی پی
مس ثروت فاطمہ	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔ ٹی ایل پی
مس ندا کھوڑو	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔ پی پی پی
مسٹر جسٹس خلجی عارف حسین	رٹائرڈ جج آف دی اونرایبل سپریم کورٹ آف پاکستان
ڈاکٹر حبیبہ	ممبر نیشنل کمیشن آن دی اسٹیٹس آف وومین
مس تنزیلا قمبرانی	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ پی پی پی
مس شاہینا شر علی	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ پی پی پی
مس سعدیہ جاوید	ممبر صوبائی اسمبلی سندھ پی پی پی

Annexure B

The Sindh Child Marriage Restraint Act, 2013

Sindh ACT NO. XV OF 2014

PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH
NOTIFICATION
KARACHI, THE 11TH JUNE, 2014

NO.PAS/Legis-B-25/2013-The Sindh Child Marriages Restraint Bill, 2013 having been passed by the Provincial Assembly of Sindh on 28th April, 2014 and assented to by the Governor of Sindh on 10th June, 2014 is hereby published as an Act of the Legislature of Sindh.

THE SINDH CHILD MARRIAGES RESTRAINT ACT, 2013

SINDH ACT NO.XV OF 2014

AN
ACT

to restrain the solemnization of child marriages.

WHEREAS it is expedient to restrain the solemnization of child marriages. **Preamble.**

It is hereby enacted as follows:-

1. (1) This Act may be called the Sindh Child Marriages Restraint Act, 2013. **Short title and commencement.**

(2) It shall come into force at once.

2. In this Act, unless there is anything repugnant in the subject or context – **Definitions.**

(a) "child" means a person male or female who is under eighteen years of age;

(b) "child marriage" means a marriage to which either of the contracting party is a child;

(c) "Code" means the Code of Criminal Procedure, 1898 (No. V of 1898);

(d) "contracting party" to marriage means either of the party whose marriage is, or is about to be solemnized;

(e) "Court" means the Court of a Judicial Magistrate of First Class;

(f) "Government" means the Government of Sindh.

3. Whoever, being a male above eighteen years of age, contracts a child marriage shall be punished with rigorous imprisonment which may extend to three years but shall not be less than two years and shall be liable to fine. **Punishment for male contracting party.**

1

r performs, conducts, directs, brings about or in any way hild marriage shall be punished with rigorous imprisonment d to three years but shall not be less than two years and shall fine, unless he proves that he had reason to believe that the t a child marriage.

Punishment for solemnizing a child marriage.

arent or guardian or any other person in any capacity, lawful s any act to promote the child marriage or permits it to be ails to prevent it negligently, from being solemnized, shall be igorous imprisonment which may extend to three years but than two years and shall also be liable to fine.

Punishment for parent or guardian concerned in a child marriage.

purposes of this section, it shall be presumed, until contrary is ere a child has been contracted into a marriage, a person of such child failed to prevent the marriage from being

standing anything contained in section 190 of the Code, no the Court of a Judicial Magistrate of First Class shall take try any offence under this Act.

Jurisdiction under this Act.

tanding anything to the contrary contained in any other law, if satisfied from information laid before it through an a child marriage in contravention of this Act is going to be bout to be solemnized, issue an injunction prohibiting such

Power to issue injunction prohibiting marriage in contravention of this Act.

unction under sub-section (1), shall be issued against any e Court has previously given notice to such person, and has opportunity to show cause against the issue of the injunction. lispense with notice if deemed necessary.

rt may, either on its own motion or on an application of any r alter any order made under sub-section (1).

application is received, the Court shall afford an opportunity fore it either in person or by pleader; and if the Court rejects wholly or in part, it shall record in writing its reasons for so

knowing that an injunction has been issued against him under of this section, disobeys such injunction, shall be punished ent of either description for a term which may extend to one ith both.

standing anything contained in the Code, an offence er this Act shall be cognizable, non-bailable and non-

Offence to be punishable and triable.

t shall on taking cognizance of a case proceed with the trial case within ninety days.

Cognizance, trial and conclusion of the case.

ent may, by notification in the official Gazette, make rules for purposes of this Act.

Rules.

prosecution or other legal proceedings shall lie, against any t of anything which is in good faith done or intended to be Act.

Indemnity.

2

If any difficulty arises in giving effect to any of the provisions of this Government may make such order, not inconsistent with the provisions s Act, as may appear to Government to be necessary for the purpose of ving the difficulty.

Removal of difficulty.

1) The provisions of the Child Marriage Restraint Act, 1929, relating to rovince of Sindh are hereby repealed.

Repeal and saving.

2) Notwithstanding the repeal of the Child Marriages Restraint Act, 1929, ders made, decisions taken, judgment passed by any Court, shall be ed to have been validly made, taken and passed under this Act.

BY ORDER OF THE SPEAKER
PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH

G.M.UMAR FAROOQ
SECRETARY
PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH

3

Annexure B1

The Sindh Child Marriage Restraint Rules, 2016

Annexure B2

The Sindh Reproductive Healthcare Rights Act, 2019
Sindh ACT NO. XV OF 2019

PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH
NOTIFICATION
KARACHI, THE 10TH DECEMBER, 2019

NO.PAS/LEGIS-B-20/2019- The Sindh Reproductive Healthcare Rights Bill, 2019 having been passed by the Provincial Assembly of Sindh on 13th November, 2019 and assented to by the Governor of Sindh on 29th November, 2019 is hereby published as an Act of the Legislature of Sindh.

THE SINDH REPRODUCTIVE HEALTHCARE RIGHTS ACT, 2019.

SINDH ACT NO. XV OF 2019

AN
ACT

to facilitate reproductive healthcare and promote reproductive health rights in the Province of Sindh.

Preamble. **WHEREAS** it is expedient to facilitate reproductive health care and promote reproductive health care rights in the Province of Sindh.

It is hereby enacted as follows:-

Short title, extension and commencement.

1. (1) This Act may be called the Sindh Reproductive Healthcare Rights Act, 2019.

(2) It shall extend to the whole of the Province of Sindh.

(3) It shall come into force at once.

Definitions.

2. In this Act, unless there is anything repugnant in the subject or context –

(i) "choice" means to decide freely as how to manage reproductive life;

(ii) "confidentiality" means to assure not to disclose or share any personal information relating to reproductive health with others;

(iii) "continuity" means a constant process of receiving reproductive health care services for lifetime;

(iv) "discrimination" means any exclusion, restriction or arbitrary distinction, made on the basis of sex having effect or purpose of impairing or nullifying the recognition or exercise by women and men , irrespective of marital status, in the political, economic, social, cultural, civil or any other field.

(v) "gender perspective" means the beliefs, roles, values and behaviors which evolve for socialization of men and women by culture and society;

(vi) "Government" means the Government of Sindh;

(vii) "information" means the knowledge of benefits and availability of reproductive health care services and healthcare rights in this regard;

1

(viii) "informed consent" means the possibility and opportunity to make a responsible decision based on comprehensive information, free from coercion or violence;

(ix) "maternal morbidity and mortality" means pregnancy related ill health and deaths of women in a place and at a time;

(x) "prescribed" means prescribed by rules;

(xi) "privacy" means to have a confidential environment during counseling and services relating to reproductive health and health care rights;

(xii) "reproductive health" means a state of complete physical, mental and social wellbeing, but does not merely mean the absence of disease and infirmity, in all matters relating to the reproductive system, its functions and processes;

(xiii) "reproductive health care providers" means public and private institutions which offer reproductive health care services as well as the staff which is working with such institutions;

(xiv) "reproductive right" means the right of a couple to reach the highest level of reproductive health, without discrimination, coercion and violence; and

(xv) "rules" means the rules and regulations made under this Act.

(xvi) "regulations" means the regulations made under this Act.

Promotion of Reproductive Healthcare Rights Acceptance of facts.

3. **Basic Principles.** — The facilitation of reproductive health care and promotion of reproductive health care rights in the Province of Sindh shall be in accordance with the following basic principles:

i) men and women are the subject of reproductive health care and they are jointly involved and responsible for parenting and are equally entitled to access to information relating to reproductive health care and reproductive rights;

ii) there is a need for developing public awareness which prevents maternal deaths and suffering of women and children.

Promotion of erproductive healthcare rights.

4.(1)The right of reproductive healthcare information shall be promoted -

(a) by providing reproductive healthcare information, which provides awareness regarding mental and physical health and wellbeing of individuals and families, and allows the service users to make all decisions on the basis of full, free, and informed consent;

(b) through parental responsibility, which assures the right of parent as educators;

(c) by including reproductive health education in the curriculum at the secondary and higher secondary school levels as " life skills".

2

(2) The right to gender neutral information shall be promoted-

(a) by access to information related to the reproductive rights and responsibilities with a gender perspective, which is free from stereotype, discriminatory, coercive and obscurantist customs and is presented in an objective and pluralistic manner;

(b) by recognition that the couple have the right to information whether to start or plan a family including spacing, timing and the number of their children;

(c) by public awareness on the prevalence and impact of morbidity and mortality and availability of medical science to prevent this suffering.

(3)The right to equality and to be free from all forms of discrimination shall be promoted by ensuring that-

[a] no person is discriminated in their reproductive lives, in access to services and information on the grounds of race, color, sex, creed, social status, religion or any other criteria of discrimination;

[b] all women have the right to protection from discrimination in social, domestic or employment spheres by reasons of pregnancies or motherhood "as proscribed";

[c] elimination of all discrimination against either gender in health care and providing family planning services;

[d] all persons have a right to make independent decisions about their reproductive rights and the right to have decisions respected by others;

[e] women are empowered for their reproductive well- being.

(4) All persons shall have the right to be free from ill treatment and to be protected from sexually transmitted diseases such as HIV/AIDS, rape, sexual assault, sexual abuse, sexual harassment and other forms of gender-based violence.

Promotion and Facilitation of Reproductive Healthcare Services

5.(1)The need of reproductive healthcare shall be accepted in the following order:-

(i) to provide quality reproductive healthcare through short and long term efforts comprising among others, to professionalize obstetric care, emergency obstetric and neonatal care;

(ii) to improve reproductive healthcare systems, particularly in the primary health care sector;

(iii) to reach underserved persons by increasing access to the disadvantaged and vulnerable by strengthening the basic health units, "rural health centers," MCH Centres, Family Welfare Centers for the provision of family planning, maternal and neonatal healthcare, in addition to other services;

3

(iv) to support in diverse ways and means, provision of family planning services;

(v) to meet health needs or requirements of men and women by or through -

(a) family planning services for prevention of unsafe and unplanned pregnancies;

(b) observance of World Health Organization (WHO) standards of ante-natal, inter-natal and post natal care including post abortion care which reduces the incidences such as involuntary miscarriage and to increase access to skilled birth attendants;

(c) ensuring pre-service training to all reproductive health care providers by including it in the curriculum of healthcare providers and communities.

Reproductive healthcare services.

6. The facilitation of reproductive healthcare services shall focus on the following, namely:-

[a] provision of full range of integrated services including family planning which shall address the maternal mortality and morbidity;

[b] provision of quality family planning services through a range of mixed methods which may include short term, long term and permanent methods, and also includes new methods based on informed choice and that the facilities are visible to the communities through better promotion and branding;

[c] broadening the scope of Family Planning and/or Reproductive Health Services to various geographical areas, adoption of task shifting model so that the mid "level" workers are involved in provision of services where needed;

[d] provision of services to reduce infant and neonatal mortality, decrease preterm and stillbirths, all of which are linked to multiple pregnancies without birth spacing;

[e] strengthening the reproductive health care system to ensure quality services by the reproductive health providers which may encourage informed choice and are given in an environment of dignity, confidentiality and continuity;

4

(f) ensuring commodity security and sustainability so that there is no disruption in the provision of reproductive health care services;

(g) training of reproductive health care providers to be gender sensitive and to reflect user perspective to the right to privacy and confidentiality and also training in interpersonal and communication skills;

(h) enforcement of the public sector approved Manual on Family Planning Standards;

(i) focusing and prioritizing the development and strengthening of the primary health care sector in terms of its access and affordability in reproductive health care;

(j) recognizing that all persons shall have the benefit of and access to available reproductive healthcare technology, including that relating to infertility, which is safe and free from gender discrimination and no person shall be subject to medical trials related to reproductive healthcare without their full, free, informed and written consent;

(k) provision of reproductive healthcare services to persons in privacy and ensuring personal information given thereof is kept confidential;

(l) managing the reproductive life of all persons having regard to the rights of others;

(m) response to disaster situations by Government, which shall include the provision of the Minimum Initial Service Package on Sindh Reproductive Health in crises, and

(n) no person shall be subjected to forced sexual intercourse, pregnancy, sterilization, abortion or birth control.

Health and Population Departments to enforce the provisions of the Act.

The Health and Population Departments of the Government shall be nsible for oversight of this Act and shall give effect to the provisions herein gh all concerned public sector organizations and public-CSO-private partnership rivate organizations.

The Health Department in consultation with any other Department shall lay

5

efore the Provincial Assembly, an Annual Report regarding the progress of the mplementation of the provisions of this Act

Power to make rules.

. Government may make rules for carrying out the purposes of this Act.

Over-riding effect.

. The provisions of this Act shall have effect notwithstanding anything contrary ontained in any other law, for the time being in force.

Power to remove difficulties.

0. If any difficulty arises in giving effect to the provisions of this Act, the overnment may, by order published in the official Gazette, make such provision not consistent with the provisions of this Act, as appear to it to be necessary or xpedient for removing the difficulty.

BY ORDER OF THE SPEAKER
PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH

G.M.UMAR FAROOQ
SECRETARY
PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH

6

LAS
LEGAL AID SOCIETY

ہیڈ آفس

Spanish Homes Apartment,
Mezzanine Floor Plot A-13, Phase – 1,
D.H.A, Karachi, Pakistan

فون

ہیڈ آفس: 021-35390132-33
کال سینٹر آفس: 021-35308533

ای میل
info@las.org.pk
hr@las.org.pk

فیس بک
@LegalAidSocietyPakistan

ویب سائٹ
www.las.org.pk

CREDITS AND ACCREDATION:
Paper Review: Maliha Zia and Haya Zahid
Design & Layout: Sahar Sitwat, Tayba Khalid and Sidra Jabeen

مفت قانونی مشورہ حاصل کرنے کے لیے اس ٹول فری نمبر پر کال کریں

0800-70806